

مَجْبُورِ قُرْآن

تالیف

محمد رَاغِبِ الْحَسَن

(ایم۔ اے، اسلامیات)

یہ کتاب مُفت تقسیم کی گئی

شمارہ

آپ کا ایک خیر خواہ بھائی

راہد کے لئے ہے: پوسٹ بکس نمبر ۸۱ کراچی نمبر ۷۳۲۰۰



وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ لِيَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ
 مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٥﴾ يُؤْيَلْتَنِي لَيْتَنِي لِمَ اتَّخَذْتُ فُلَانًا
 خَلِيلًا ﴿٢٦﴾ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ
 الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا ﴿٢٧﴾ وَقَالَ الرَّسُولُ لِيَرْبِ إِنَّ
 قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ﴿٢٨﴾

(سورۃ الفرقان - آیت ۲۵-۳۰)

اور جس دن (عاقبت نا اندیش) ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا
 (اور) کہے گا کہ اے کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ رستہ اختیار کیا ہوتا۔
 ہائے شامت کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے مجھ کو
 (کتاب) نصیحت کہ خیر سے پاس آنے کے بعد بہکا دیا۔ شیطان، انسان
 کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔ اور پیغمبر کہیں گے کہ اے پروردگار میری قوم
 نے اس قرآن کو چھوڑ دیا رکھا تھا۔

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
47	اسوۂ حسنہ	19	5	تاریخ اسلام یا تاریخ مسلم	1
49	ایزابی اسوہ	20	16	قرآن کا پہلی	2
50	رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ	21	18	نذیبی نبی شائستہ	3
51	قیل فرض ہے	22	23	مجموعہ قرآن	4
52	رسول ﷺ بشر ہیں	23	25	ارض و سما کی حقیقت	5
53	رسول ﷺ کو شب کا علم نہیں	24	27	علماء کون ہیں؟	6
55	آل رسول ﷺ کا عقیدہ	25	28	حلال اور حرام	7
58	قیامت میں رسول ﷺ شفاعت کریں گے یا دکانت	26	32	فرقہ بندی	8
			33	شرکت	9
60	مصلح و لبر کی دعوت	27	33	کفر	10
61	نبی وحی کی کہانی	28	34	رسول ﷺ سے قطع تعلق	11
62	قرآن مکمل شاہد کھیات نہیں !!	29	34	وضعی جواز	12
63	غلام اور لونڈیاں	30	35	مسجد خزار	13
63	انزول	31	37	غیر نصابی سرگرمیاں	14
64	الذکر	32	39	کیا مصلح کا استعمال حرام ہے؟	15
65	بیت رسول ﷺ	33	42	سحر کی کتاب	16
65	حشق رسول ﷺ کا آئینہ	34	44	مردوں پر قرآن پڑھنا	17
67	الہتائیبہ	35	44	القرآن مردوں کیلئے ہے ہی نہیں	18

مَمْبُورِ مُرَّانِ

جَب قَوْمٌ پستی میں گرتی ہیں تو اُن کی کیفیت پہاڑ کی بلندی سے لڑھکنے والی اشیاء کی مانند ہوتی ہے۔ وہ گرتی چلی جاتی ہیں، بڑی تیزی سے، زخم پر زخم کھاتی ہوئی، ہڈیاں ٹڑواتی ہوئی، انہیں زمین و آسمان اُلٹ پلٹ ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ حواس قابو میں نہیں رہتے کہ کسی مضبوط سہارے (غزوة الوثقی) کو ہی تھام کر خود کو بچالیں۔ مسلم قوم کی موجودہ کیفیت بھی ایسی ہی ہے۔ پوری قوم پستی اور ذلت کے عمیق غار میں گرتی چلی جا رہی ہے اور کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اس تیزی اور خواری سے کس طرح نجات حاصل کی جائے۔ وقتاً فوقتاً کچھ ورد مند ان قوم اٹھتے ہیں اور اپنی اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق علاج تجویز کرتے ہیں، لیکن صورتِ احوال یہ ہے کہ:

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے بہت پہلے ایک نسخہ تجویز کیا تھا:

دہی دیرینہ بیماری دہی ناٹھی دل کی

علاج اس کا دہی آپ نشاط انگیز ہے ساتی

یہ آپ نشاط انگیز کیا ہے؟ ”القرآن“، القرآن نے انسانوں کو جو صابطہ

حیات (الدین) عطا کیا ہے اُس کو ”الاسلام“ کہہ کر پکارا ہے۔ مسلم قوم کا یہ

دَعْوٰی ہے کہ وہ ”اِلسْلَام“ کی پیروی کا رہے۔ کیا واقعی مُسْلِم قوم کا یہ دَعْوٰی دُرست ہے؟ یا انہوں نے محض زبانی طور پر یہ دَعْوٰی کیا ہوا ہے اور ان کے اَعْمَال و عَقَائِد اِس دین کے نَقَاصُوں کے بَرِخْلَاف ہیں آئیے ایک نَظَر جَاڑَہ لے کر دیکھتے ہیں کہ مُسْلِم قوم نے آخر ایسا کون سا جُرْم کیا ہے جس کی وجہ سے وہ ذِلّت اور سَکِنَت کا پیکر بن چکی ہے۔

تَارِيْحِ اِسْلَامِ يَا تَارِيْحِ مُسْلِمِيْنَ

”اِسْلَام“ کی تَارِيْحِ رَقْم کرتے ہوئے مَوْرِثِيْنَ نے دو نِيَاوِي غَلَطِيَاں کی ہیں۔ پہلی غَلَطِي یہ کہ انہوں نے ”اِسْلَام“ کی تَارِيْحِ اور ”مُسْلِمِ قَوْم“ کی تَارِيْحِ کو ایک ہی شَيْء سمجھ لیا۔ اِس غَلَطِي کی وجہ سے مُسْلِمِ قَوْم کے عَرُوْج و زَوَال کو اِصْطِلَاحِي طَوْر پر ”اِسْلَامِ كَا عَرُوْج و زَوَال“ بنا کر سمجھا اور سمجھایا گیا، جس نے بُہت سی دِيْگَر غَلَطِ فِہْمِيُوں کو بھی جَنْم دیا۔ حَقِيْقَت یہ ہے کہ ”اِسْلَام“ کو تو زَوَال ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ اللہ کا عَطَا کردہ نَاقَابِلِ تَبْدِيْلِ نِظَامِ حَيَات ہے۔ جَب سے كُرْہُ اَرْضِ پَر نَبِي نُوْعِ اَدَم نے شَعُوْر سَنَجَالَا ہے اِسِي دَا جِد نَظَرِيَّ حَيَات کو اُنہا نے دَالُوں نے دُنْيَا ميں سَرَفَر اَزِيَاں اور كَامِيَا بِيَاں حَاصِل كِي ہیں۔ اِس نَظَرِيَّ حَيَات ميں تَرْتِي بھی ہے اور اِرْتِقَاء بھی، مِعْرَاج بھی ہے اور سَدَارِج بھی۔ اِس كے سِوَا كوْنِي اور نَظَرِيَّ حَيَات اِنْسَان كو وہ رُوْشِنِي عَطَا كر هي نهيں سكتا جس ميں وہ اِپْنے سَا مْنے كا رَاسْتَه رُوْشَن دِكْھ سَكْھے اور بے خَوْف و خَطْر آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے اور ساتھ ہی دَرَجَه بَدْرَجَه بُلَنْد تر بھی ہوتا چلا جائے۔ ”مُسْلِمِ قَوْم“ کا نام مَوْرِثِيْنَ نے اِس قَوْم كو

دے دیا جنہوں نے ایسے خاص معاشرے میں جنم لیا جہاں چند مخصوص عقائد و رسومات کو تقدس کا جامہ پہنایا جاتا ہے، اور ان عقائد و رسومات پر عمل کرنے والوں کو احترام و عزت کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ یہ صورت حال دنیا کے دیگر مذاہب کے پیروکاروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس طرح ”اسلام“ بھی دنیا کے دیگر مذاہب کی مانند ایک مذہب بنا دیا گیا ہے اور اُس کی انفرادیت و خصوصیت کو توہمات میں گم کر دیا گیا ہے۔ ایک مدتِ مدید سے مسلم قوم نے ان اصولوں اور نظریات کو ترک کر رکھا ہے جو ”الاسلام“ نے پیش کیا تھا۔ چنانچہ اگر ایک خاص دور میں مسلم قوم نے ”الاسلام“ کو اپنا لائحہ عمل بنایا تھا تو عروج بھی پایا تھا، لیکن جب انہوں نے اس نظریہٴ حیات کو چھوڑ کر دوسرے نظریات اپنا لئے تو قوانینِ الہی کی رو سے اُن کا زوال لازمی تھا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جس طرح زمینِ اناج اگلتے وقت کسان کا خاندان، اُس کا مذہب، اُس کی نسل کے بارے میں سوال نہیں کرتی، بلکہ وہ فطری قوانین کی بنیاد پر اناج اگاتی ہے اسی طرح قوانینِ الہی کی رو سے جو قوم بھی ”الاسلام“ کے اصولوں پر عمل پیرا ہوتی ہے اُسے کامیابی، کامرانی اور دوسری قوموں پر بالادستی عطا کی جاتی ہے۔

دوسری غلطی جو مورخین نے کی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے ”اسلام کی تاریخ“ یا ”مسلم قوم کی تاریخ“ کی ابتداء سرزمینِ عرب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے کی ہے۔ جب کہ اسلام کی بھی اور مسلم قوم کی بھی تاریخ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے۔ کیونکہ القرآن کے مطابق حضرت ابراہیم دینِ حنیف کے مؤسسِ اعلیٰ یا بانی تھے، اور نسلِ انسانی کے اولین

امام بھی۔ القرآن میں اللہ نے ابراہیم سے فرمایا:

إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۝

(سورۃ البقرۃ - آیت ۱۲۴)

اے ابراہیم، ہم نے تمہیں انسانوں کا امام بنایا۔

مزید براں جب اللہ نے ابراہیم کو ٹھم دیا کہ اسلام، تو انہوں نے تسلیم کر کے کہا "اسلمت لرب العالمین"، (سورۃ البقرۃ - آیت ۱۳۱) قرآن کریم کے صفحات میں اس عظیم جدوجہد کی داستان بھی موجود ہے جسے حضرت ابراہیم اور ان کے رفقاء نے قیام دین کے سلسلہ میں سرانجام دیا اور اسی وجہ سے القرآن نے واضح الفاظ میں اعلان کر دیا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ ۝

(سورۃ الحجۃ - آیت ۴)

تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ حیات ہے۔
قرآن نے اپنی بحث کو مختصر کرتے ہوئے کہا:

مِنَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلِ وَفِي هَذَا ۝

(سورۃ الحج - آیت ۷۸)

تمہارے باپ ابراہیم کی ملت، اس نے تمہارا نام مسلمین رکھا، اس سے قبل بھی اور اس میں بھی۔

حضرت ابراہیم کے بعد دیگر انبیاء علیہم السلام کے بارے میں القرآن نے کہا ہے کہ اللہ نے ہر ایک کو ایک ہی دستور حیات عطا کیا تھا۔ بعد کے لوگوں

نے اس میں تحریفات کر دیں جس کے نتیجے میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ پُنا نچہ ایک کے بعد ایک نبی مبعوث ہوتے رہے تاکہ ان اختلافات کو ختم کر کے نسل انسانی کو ایک ہی لڑی میں پروئے رکھا جائے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً، فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ
وَمُنذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيُحْكُمَ بَيْنَ
النَّاسِ فِي مَا اختلفُوا فِيهِ وَمَا اختلفت فِيهِ ۝

(سورة البقرة - آیت ۲۱۳)

نوع انسانی تو ایک ہی اُمت رہی ہے، اسی کو قائم رکھنے کے لئے اللہ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ بشارت بھی سنائیں اور (خلاف ورزی کے نتائج) سے آگاہ بھی کر دیں، اور ان انبیاء کے ساتھ کتاب بھی نازل کی تاکہ انسانی اختلافات کو ختم کر دے جائیں۔

اس سلسلے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں القرآن نے

اعلان کر دیا کہ:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۝

(سورة الاحزاب - آیت ۴۰)

محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

القرآن نے یہ بھی بتایا کہ ہر دور میں صاحب ایمان مسلمان کی جماعت

نے یہی اعلان کیا کہ:

اَمْكَ يَا اللهُ وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَ
 إِسْحَاقَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أَوْقَىٰ مُوسَىٰ وَ
 عِيسَىٰ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا تُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ
 لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿١٠﴾

(سورۃ آل عمران - آیت ۸۴)

ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو کچھ اُس نے ہم پر نازل کیا ہے
 اور اُس پر جو اُس نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد
 پر نازل کیا اور جو کچھ دیا گیا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور دیگر انبیاء کو ان
 کے رب کی جانب سے۔ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں
 کرتے کیونکہ ہم مسلمین ہیں۔

تاریخ کے اوراق پلٹ کر اگر ہم چند ہزار سال پیشتر کے دور کے
 واقعات کو دیکھیں تو ہم دیکھیں گے کہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ مٹھی بھر جماعت
 مسلمین کو لے کر اپنے آبائی علاقے ”اور“ (موجودہ بابل) سے ہجرت کرتے
 ہیں۔ اپنے پیچھے حضرت لوطؑ کو قوم سدوم کی طرف بھیجتے ہیں۔ حضرت شعیبؑ کے
 جد امجد کو یمن کی طرف روانہ کرتے ہیں اور دیگر افراد مسلمین کو بھی دنیا کے طول
 و عرض میں روانہ کر دیتے ہیں تاکہ لوگوں کو ایک اللہ کے قوانین کے تابع بنایا جا
 سکے اور بنی نوع انسان کی وحدت کو پھر سے استوار کیا جاسکے۔ حضرت ابراہیمؑ
 خود کنعان (فلسطین) میں فروکش ہو جاتے ہیں۔ نو، دس سال کے وقفے سے
 آپ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ جیسے سعادت مند بیٹوں سے نوازے

جاتے ہیں۔ پھر عظیمِ الہی کے مطابق آپ حضرت اسحقؑ کو کنعان میں آباد کر کے خود حضرت اسمعیلؑ کو لے کر مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں آجاتے ہیں۔ دونوں باپ بیٹے مل کر اللہ کی وحی کے مطابق مکہ میں ایک مرکزِ انسانیت یعنی خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے ہیں، جسے القرآن نے ”بیت اللہ“ اور ”بیت العتیق“ کے نام سے پکارا ہے۔ یہی چوکور گھر، حضرت ابراہیمؑ سے لے کر خاتم الانبیاء جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبیوں کا مرکزِ ملت رہا ہے۔ یہ گھر صرف مسلم قوم کی میراث نہیں بلکہ القرآن نے صاف صاف لفظوں میں اعلان کرویا ہے کہ:

وَإِذْ فِي النَّاسِ بِالْحَبْشَةِ ۝ لَيْسَ هَذَا وَمَنْفَعَةٌ لَهُمْ ۝

(سورۃ الحج۔ آیت ۲۷-۲۸)

اور انسانوں میں اعلان کر دو کہ وہ حج کریں..... تاکہ دیکھ لیں کہ ان کے نفعِ زمینی کے لئے کیا کچھ ہو رہا ہے۔

نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود اگر ممکن ہے تو اسی مرکز سے مُتمسک رہنے میں ہے۔ یہی مرکزِ انسانیت ہے اور یہی وحدتِ انسانی کی علامت ہے۔ تاریخ کے صفحات ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک طرف حضرت اسحقؑ اور حضرت یعقوبؑ کی اولادیں اُمورِ جہانبانی اور قوموں کے عروج و زوال کے الہیاتی قوانین کی تفسیر بنے ہوئے تھے اور دوسری طرف حضرت ابراہیمؑ کے فرزندِ اکبر حضرت اسمعیلؑ اور ان کی اولاد، عظیم ترین قرآنی (ذبحِ عظیم) کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں مرکزِ انسانیت یعنی خانہ کعبہ کی خدایٰ میں مصروف کار تھے۔ ساتھ ہی مشیتِ الہی نبی اسمعیلؑ کی لسانی لیاقت اور اظہار و بیان کے لئے ان کی

صَلَاحِیَّتِ نَفْسِ کُوْرَجَهٗ کَمَالِ کِی مَنْزِلِیْسِ سَرِکْرَارِہِی تھی۔ ایک ایسی زَبَانِ تِیَارِ کِی جَا رہی تھی جو آنے والی تمام انسانی نَسْلُوں کے لئے زہتی دُنیا تک اَلْفَاظِ و بَیَانِ و تَاثِرُ کے نَا قَابِلِ تَبْدِیْلِ مَعْنٰی و مَفْہُوْمِ فَرَاہِمِ کَر سکیں۔ یہ ایک عَظِیْمِ تَرِیْنِ مَقْصَدِ تھَا۔ مَچَانِچَہِ اِسْ عَمَلِ کُو خَالِصِ رَکھنے کے لئے مُشِیَّتِ اِلهِی نے قَوْمِ بَنِی اِسْلِیْلِ کُو سَارِی دُنیا کے نِظَامِ ہائے سُلْطَنَتِ و مَعَاشرَہ سے پَاکَلِ اَلْکِ تھَلْکِ رَکھا ہوا تھَا۔ نہ تو اُنہوں نے خُو کِسی عَکُوْمَتِ یا عَکُوْمَتِی نِظَامِ کِی تَنْکِیْلِ کِی تھی اور نہ کوئی بَیْرُوْنِی عَاکِیَّتِ اُن پر مُسَلْطِ تھی۔ وہ سَادَہ، خَالِصِ، بَخَاکِشِ اور دُو نُوکِ زِندَگی کے حَاِیْلِ تھے۔ سَرِ پَر کھَلَا آسْمَانِ، دِنِ مِیْلِ آگِ بَر سَا تَا ہوا سُورَجِ، بَادِ سُمُوْمِ اور بَادِ صُرْصُرِ کے جھوٹکے، آکھوں کو خیرہ کر دینے والی زِیْتِ کِی چمکِ، پتھروں کے بنے ہوئے سِیْدِہے سَادَہے مَکَانَاتِ یا کَپڑُوں اور کھالُوں سے بنے ہوئے نِیْمے، جو ہر اُس جگہ نَصَبِ کر دیئے جاتے تھے جہاں پانی کا کوئی ذَخِیرَہ دِکھائی دِیْتَا۔ عَامِ اِسْتِعمَالِ کِی اَشِیَاءِ مِیْنِ مِثْلِ، پتھر یا لَکڑِی کے بَرْتَنِ، تَلُو اَرِیْسِ، نِیزے، تِیر و کَمَانِ، گھوڑے اور اُوْنٹِ یا گدھے بانی کے لئے بھینٹریں اور بکریاں، یہی اُن کی کُلِ کَانَاتِ تھی۔ تِجَارَتِ کِی عَرَضِ سے جَبِ وہ مُلْکِ شَامِ، یَمَنِ، مِصْرِ اور اَفْرِیْقَہ کے چکر لگاتے تو راسے مِیْنِ تَبَاہِ شُدَہ قَوْمُوں کے کچھ کھنڈرات اُنہیں نَظَرِ آتے۔ اُن کے قافلے عَومُوْمًا رَاٹُوں مِیْنِ سَفرِ کَر تے، صَحْرَاؤں مِیْنِ نہ کوئی نِشَانِ رَاہِ ہوتا ہے اور نہ کوئی پگڈنڈی یا راسے۔ صَحْرَاؤں کِی چِیْنِی ہو اُمِیْنِ اِدْہَرِ کے ٹیلوں کو اِدْہَرِ اور اُدْہَرِ کے ٹیلوں کو اِدْہَرِ کَر نے مِیْنِ مِصْرُوْفِ کَارِ رَہ تِیْسِ، رِیْتِ پَر کوئی نِشَانِ سَلَامَتِ نہ رَہنے دِیْتِیْسِ۔ اِسْ کے بَادِ جُوْدِ اُن کے قافلے پہ آسانی بِنَا رُوں کِی رَاہِ نَمَائِی مِیْنِ اِپنی مَنَزِلِ کِی سَمْتِ



مُتَعَمِّن کر لیتے۔ اس علم میں انہیں کمال حاصل تھا۔ یہی علم سمندری سفر میں بھی اُن کے کام آتا تھا۔

یہ تھے نبیِ اِسمعیل کے سادہ طبیعت فرزند، جن میں مردانہ اوصاف بہ تمام و کمال موجود تھے۔ لسانیات میں اُن کی مہارت کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے مقابلے میں باقی تمام دُنیا کو گونگا (عجمی) قرار دیتے تھے۔ ماہرینِ لسانیات آج بھی اَنگِشتِ بَدنداں ہیں کہ چودہ صدیاں پہلے اس قدر سائنٹیفک زبان کس طرح وجود میں آئی تھی کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی کوئی دوسری زبان اس عربی زبان کا مقابلہ نہیں کر سکتی، جس میں قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ اُن کی زبان اگرچہ انہی مادوں پر گروش کرتی تھی جن سے اُن کا روزمرہ کا سابقہ تھا۔ لیکن اُن کے یہاں الفاظ کے ابواب اور فصل کی تعداد بے حد و انتہا ہے اور ہر نئے لفظ میں ایک نیا پہلو اور نئی دُنیا نظر آتی ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ کوئی لفظ اپنے مادہ کے بنیادی معنی سے الگ نہیں ہوتا۔ زبان کی وسعت اور جامعیت کا یہ عالم ہے کہ صرف اُونٹ کے لئے ۴۳۵۷ الفاظ ہیں، تلواریں کے لئے (۱۰۰۰) الفاظ اور شیر کے لئے (۵۰۰) الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

ماہرینِ لسانیات بتاتے ہیں کہ سنسکرت اہل ہند کی قدیم ترین زبان ہے اور اُن کے یہاں سورج کی پوجا بھی ہوتی ہے۔ لیکن سورج کے لئے اُن کے پاس صرف (۳۷) الفاظ ہیں جب کہ عربوں کے یہاں صرف شہد کے لئے (۸۰) الفاظ موجود ہیں۔ کسی بیرونی طاقت کے زیر اثر نہ ہونے کے باعث



عربوں کی زبانِ خالص ترین تھی۔ انہوں نے کسی دوسری زبان کے الفاظ کو قبول ہی نہیں کیا تھا۔ معدودے چند الفاظ جو انہوں نے عبرانی یا فارسی زبانوں سے لئے تھے ان میں بھی جامعیت اور وسعتِ معنی کا خاص خیال رکھا گیا تھا۔ عربی زبان کی جامعیت کا یہ حال ہے کہ آج بھی دنیا کی دیگر زبانوں میں اس زبان کے ایک لفظ کا مفہوم واضح کرنے کے لئے کئی کئی جملے بھی ناکافی ہوتے ہیں۔

گویا آج سے پندرہ صدیاں پیشتر ہی عربی زبان اس قدر وسیع، جامع اور ہمہ گیر بن چکی تھی کہ ساواہ الفاظ میں بلند ترین حقائق اور عمیق ترین نکات کا بیان صرف اسی زبان میں ممکن تھا۔ نہ تو اس دور میں اور نہ ہی آج کے دور میں، کوئی بھی زبان اتنی سائیفیک میناڈوں کی حامل ہو سکی ہے اور نہ ہی کوئی زبان اس قابل ہوئی ہے کہ اس میں اس قدر وسعتِ معنی اور ہمہ گیر ہو جتنی کہ عربی زبان میں اس وقت تھی، جب قرآن کریم کا نزول ہوا..... اس مرحلے پر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مشیتِ الہی کی تقدیر کا وہ پیمانہ لبریز ہو چکا تھا جہاں بنی نوع آدم کو وہ مکمل ضابطہ حیات عطا کیا جانا تھا، جس کے بعد انسانیت کو مزید کسی نئے کی احتیاج نہ تھی۔ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (سورۃ البقرہ - آیت ۳۸)

چنانچہ عربی زبان کی بھرپور لسانی صلاحیت اور سر زمینِ عرب کے ایک خطے کو اس مقصدِ عظیم کے لئے منتخب کیا گیا جہاں کی تہذیب اور سیاسی صورتِ حال ساواہ ترین کیفیت میں تھی، اور اس پر کسی طرح کا بیرونی اثر نہ تھا۔ ڈزرتِ ابراہیمی میں سے اس فرد پر اس پیغام کی رسالت و نفاذ کی ذمہ داری ڈالی گئی، جس کی امانت و صداقت پر کوئی اختلافِ رائے نہ تھا۔ یہ فرد، ختمِ المرسلین حضرت

دُنُوں کی اصلی ہیئت کو برقرار رکھا اور اسی وجہ سے دُنیا میں کامیابیاں اور کامزائیاں حاصل کیں، کائناتی اشیاء کی تحقیق اور اُن کی تسخیر کے لئے بھی قدم آگے بڑھائے۔ دُنیا کی دوسری اقوام نے اُن کی برتری تسلیم بھی کی۔ لیکن بعد میں اُنہوں نے اس ضابطہ حیات پر اپنی گرفت ڈھیلی کر دی، ساتھ ہی اللہ کے آخری رسول ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کو بھی چھوڑ دیا۔ جس کے نتیجے میں اُن کو زوال و انحطاط کا سامنا کرنا پڑا اور اب تو ذلت و پستی کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ جب کہ اللہ نے واضح طور پر کہہ دیا تھا کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٨﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٩﴾

(سورۃ یونس - آیت ۵۷-۵۸)

اے بنی نوع انسان! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کے امراض کے لئے شفاء آچکی ہے، یہ ہدایت اور رحمت ہے مؤمنین کے لئے۔ کہہ دیجئے کہ یہ صرف اللہ کے فضل و رحمت کے سبب ہے چنانچہ اُس کے لئے خوشیاں مناؤ۔ یہ ان تمام اشیاء سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔

چُنا چُنہ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا ○

(سورۃ آل عمران - آیت ۱۰۳)

اور اللہ کی رتی کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔

اور رسول کریم ﷺ کے بارے میں کہہ دیا کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ○

(سورۃ الاحزاب - آیت ۲۱)

بلاشبہ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ حیات ہے۔

ایک عام مسلم یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ عامۃ المسلمین نے عموماً اور مذہبی پیشوایان نے خصوصاً اسلام کی ان دو دنیاؤں کو کبھی فراموش نہیں کیا اور اب بھی اٹھتے بیٹھتے ”قرآن و سنت“ کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بھلا دیا ہے؟ لیکن مسلم قوم کی زبوں حالی اور ذلت و پستی زبان حال سے پکار پکار کر یہ کہہ رہی ہے کہ ایسا ہوا ہے اور یقیناً ہوا ہے، ورنہ اللہ ایسا نہیں ہے کہ اپنے قانون کو تبدیل کر ڈالے..... کیسے؟ آئیے دیکھتے ہیں:

قرآن کا صحیح

القرآن نے سب سے پہلے تمام نوع انسانی کو لاکار کر پکارا کہ اس قرآن جیسی کتاب بنا لاؤ خواہ تمام جن و انس مل کر یہ کام کر لیں:

قُلْ لِيْنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا

الْقُرْاٰنِ لَا يَآتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَتْ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظٰهِرًا ﴿۸۷﴾

(سورۃ بنی اسرائیل - آیت ۸۸)

کہہ دو کہ اگر تمام جن و انس اس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ ایسا

قرآن بنا لائیں تب بھی وہ ایسا نہیں کر سکیں گے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

یہ نہیں کر سکتے تو اس قرآن کی دس سورتوں جیسی دس سورتیں بنا لاؤ:
 قُلْ فَاتُوا بَعْشِرِ سُورَةٍ مِّمَّالِهِ مَفْتَرِينَ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ
 مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۷﴾

(سورۃ ہود۔ آیت ۱۳)

کہہ دو کہ تم اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جن کی مدد چاہو لے لو، اگر تم سچے ہو۔

یہ بھی نہیں کر سکتے تو ایک ہی سورۃ بنا لاؤ:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّمَّنْ
 مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۸﴾

(سورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۳)

اور اگر تم اس شے کے بارے میں الجھن رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو اس جیسی ایک سورۃ بنا لاؤ اور اس کام کے لئے اللہ کو چھوڑ کر اپنے جاتیوں کو بھی بلا لو، اگر تم سچے ہو۔

یہ کام بھی تمہارے بس کا نہیں، چلو ایک حدیث ہی بنا لاؤ:

أَمْ يَقُولُونَ نَقَوْلَهُ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۹﴾ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ
 إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ﴿۲۰﴾

(سورۃ النور۔ آیت ۲۳-۲۴)

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ



لوگ اس طرح ایمان والے بن ہی نہیں سکتے، تو یہ لوگ ایسی کوئی حدیث ہی بنا لائیں، اگر یہ سچے ہیں۔

القرآن کے اس کھلے چیلنج کو چودہ صدیاں گزر چکی ہیں لیکن ادبی اور معنوی لحاظ سے آج تک اس کا جواب کسی سے ممکن نہ ہو سکا۔ لیکن..... مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے کیا کیا؟ کہا، یہ کون سا مشکل کام ہے۔ انہوں نے عقیدہ وضع کیا کہ وحی الہی کی دو قسمیں ہیں، ایک ”وحی متلو“ (جلاوت کی جانے والی وحی) جو کہ قرآن ہے۔ اور دوسری ”وحی غیر متلو“ جو رسول اللہ ﷺ کے زائد آؤں قرآن اقوال ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ڈھائی سو سال بعد زبانی روایات کو جمع کیا اور کہا کہ یہ ہے قرآن کی مثل، قرآن کے ساتھ (مشلاً معاً)..... جو دعویٰ اللہ نے بطور چیلنج پیش کیا تھا اس کو مذہبی پیشواؤں نے توڑ کر دکھا دیا..... یہ مذہبی پیشوائیت کہاں سے مسلم قوم میں در آئی اور ان کے عزائم کیا تھے؟ اس کو بھی ساتھ ساتھ دیکھتے چلتے ہیں.....

مذہبی پیشوائیت

جس زمانے میں قرآن کریم نازل ہوا تھا، اُس زمانے میں جو قومیں اس امر کا دعویٰ کرتی تھیں کہ ان کے پاس ضابطہ الہی موجود ہے وہ یہودی اور نصرانی تھے۔ چنانچہ ان کی تفریحات اور تکفیر دین کے رویوں سے متعلق القرآن میں تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔ ان کے غلط نظریات کی نشاندہی کی گئی ہے اور ان نظریات کے مقابلے میں صحیح نظریات دیئے گئے ہیں۔ اسلام کے مبنیادی اغراض و مقاصد کے بارے میں سابقوں آؤں کے دل و دماغ میں کوئی ابہام

نہ تھا، اور ان کی ہی کوششوں کے باعث دوسری قوموں کے مظلوم افراد نے اُس دین کو اپنانے میں بے پناہ اشتیاق کا مظاہرہ کیا۔ ایران کی فتح کے بعد ساسانیوں کی صدیوں سے قائم شدہ تہذیب اور قومی شناخت کو شدید دھچکا پہنچا۔ ان کے اکابرین اور دانش ورڈوں نے ہوا کا رخ دیکھ کر بظاہر تو خاموشی اختیار کر لی، لیکن انہوں نے تمام علمی کاوشوں کا زور لگا دیا تاکہ وہ اپنی صدیوں سے قائم شدہ روایات اور قومی شناخت کے دیگر پہلوؤں کو برقرار رکھ سکیں۔ چنانچہ اسلام قبول کر لینے کے باوجود انہوں نے اپنی تمدنی زندگی کے رسم و رواج کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ کوشش اس بات کی کرتے رہے کہ کتابِ الہی کی ایسی تاویلات کی جائیں جس کے ذریعہ ان کی مخصوص تمدنی اور معاشرتی زندگی کی عادات و اطوار کو سند حاصل ہو جائے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے مردِ جہ زرتشتی مذہب کے بنیادی تصورات، مثلاً خدا، نماز، ڈرو، رسالت، عبادت، عذاب، ثواب، قیامت وغیرہ کے تصوراتی عقائد کو عین اسلامی ثابت کرنے کے لئے بے پناہ علمی دلائل اور دانش ورانہ صلاحیتوں کا استعمال کیا۔ اس کے علاوہ دورِ بنو عباس میں یونان کے بہت سے فلسفیوں کی تحریروں کے عربی ترجمے کیے گئے۔ ان سازشی عناصر نے ان فلسفیانہ تصورات کو بھی عام کیا تاکہ نئی نسل ان علمی موہکا فیوں سے مرعوب ہو کر نئے تصورات کو قبول کر لے۔ ان کاوشوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ خود عربی زبان کے الفاظ یونانی اور ایرانی تصورات و عقائد میں رنگے گئے۔ دوسری طرف پگلسٹ خوردہ یہودیوں اور نصرانیوں نے سابقوں اوتوں کی اولادوں اور نئی نسل کے نوجوانوں میں اسرائیلی عقائد پیوست کرنے



شروع کر دیئے۔ خود عربوں کی یہ حالت تھی کہ وہ عملی زندگی کے خوگر تھے اور قرآن کریم سے بیشتر ان کے یہاں کسی نثری کتاب کا سراغ نہیں ملتا۔ دور نبوی ﷺ میں بھی اور خلافت راشدہ کے دور میں بھی ان کی زندگیوں کا محور صرف القرآن تھا۔ دورِ ازکارِ تاویلات، علم الکلام اور فلسفیانہ تصورات سے ان کا کوئی واسطہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ نئے اور ناپختہ ذہنوں کے مالک نئی نسل کے نوجوانوں کی آنکھیں ان نئی تاویلات کی چمک و مک سے خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ انہوں نے نہ صرف یہودیوں اور نصرائیوں کی ان تحریف شدہ کہانیوں کو سچ سمجھ لیا جو وہ انبیائے سابقہ کے بارے میں سنایا کرتے تھے، بلکہ ایرانی تمدن کی شان و شوکت اور عیش و عشرت کی زندگیوں میں بھی بھرپور دلچسپی لی۔ غیروں کی یہ سازشیں اس لئے بھی تیزی سے کامیاب ہوئیں کہ خود عربوں میں سیاسی چپقلش چل پڑی تھی اور عرب قومیت کا ایک بُت کھڑا ہو چکا تھا۔ یہ ان افراد کی کوششوں کا ثمر زہر آلود تھا جن کے مفادات کو اسلام کے نعلبے کے باعث شدید نقصان پہنچا تھا۔ ان افراد میں عرب کے رؤسا اور سردارانِ قبائل پیش پیش تھے۔ انہوں نے خلافت راشدہ کے آخری ایام میں ملوکیت کے قیام کی راہیں ہموار کیں تاکہ ان کی کھوئی ہوئی ساکھ بحال ہو جائے اور ان کے مفادات کی راہ میں کوئی رکاوٹ بھی نہ خائل ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت صرف اسی وقت ممکن ہو سکتی تھی جب دین کے حقیقی تصورات بگاڑوں سے اوجھل کر دیئے جائیں اور ان کی جگہ بے روح نام نہاد عبادات اور بے مقصد عقائد کو دے دی جائے۔ چنانچہ ایرانی دانشوروں اور یہود و نصاریٰ کی کوششوں کو تقویت حاصل ہوئی اور

وہ اپنے مقاصد میں اس قدر کامیاب ہوئے کہ اہل عرب جن الفاظ کو اپنی سادہ اور خالص زندگی کی مختلف اشیاء و تصورات کے لئے استعمال کرتے تھے انہی الفاظ کو یونانی اور زرتشتی و یونانی تصورات کے اظہار کے لئے استعمال کرنے لگے۔ ساتھ ہی مال و دولت کی فراوانی اور تن آسانی کی زندگی نے ان کو عملی جدوجہد کی جھانکشی اور مقصد حیات کی بلندی و اونوں سے دور کر دیا۔ عاتشہ الناس نے بھی اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ جو آدازیں بلند و بالا مخرابوں اور دانش مندی کے بالا خانوں سے اٹھ رہی ہیں انہی پر آمنا و صدقاً کہہ کر اپنے مفادات کا تحفظ کر لیا جائے۔

تاریخ کے مطالعے سے ہمیں یوں دکھائی دیتا ہے کہ ملوکیت کے قائم ہوتے ہی جیسے کسی ان دیکھے ہاتھوں نے عربوں کی علمی شمعیں گل کر دیں اور کوفہ و بغداد کے علمی دانشوروں نے علمی ترقی اور اس کی ترویج و اشاعت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں سنبھال لی۔ نتیجہ ظاہر ہے..... ہمارا تمام تر علمی سرمایہ کتب جو وصال نبوی ﷺ کے تقریباً ڈھائی سو سال بعد مرتب ہوا، اس کے تمام مؤلفین و مصنفین غیر عرب تھے..... یہ بنو عباس کا زمانہ تھا اور ایرانی و یہودی دانشوروں کی کھینپ کی کھینپ بغداد، کوفہ و دمشق کی گلیوں اور کوچوں میں سرگرم عمل ہو چکی تھیں۔ خود شاہی خاندانوں میں خاندان براءکہ نے عملاً اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔ وہ جو چاہتے تھے کر گزرتے تھے اور جن نظریات کو چاہتے تھے فردغ دلاتے تھے۔ اسی زمانے میں عربی لغات اور صرف و نحو کے اصول مرتب کئے گئے، علم الکلام اور علم الحدیث کے فن ایجاد کئے گئے اور کتب سیر و تاریخ لکھی

گئیں۔ مَصْنُوعِین اور مَوْثِقِین میں اَنَانِیَّت پَسِنْدِی اور مَصْلِحَتِ اَنَدِیشِی وَقْتِ کَا جَذَبَہ بَدْرَجَہ اُتَم مَوْجُود تھَا، جس کے زَیْر اثر اُنہوں نے اُپنے مَخْصُوص دَوْر کے مَعَاشرِی، مَعَاشِی اور تَدْنِی اَقْدَار کو عِینِ اِسْلَام ثَابِت کرنے کے لئے ہر مُمکن تَاوِیْلَات سے کَام لیا۔ اِس کُوشِش میں اُنہوں نے عَرَبِی لِسَانِیَات کو اِیْسَا رنگ دے دیا جو زَرْتَشْتِی اور اِسْرَائِیْلِی نَظَرِیَات سے ہم آہنگی اور مُطَابَقَت رکھتی تھیں۔ اُس وَقْتِ مُخَالَفِ دِینِ قُوْتِی بُہت مَضْبُوط اور مُنَظَّم ہو چکی تھیں اور تَن آسان و سہل پَسِنْد اَفْرَادِ قَوْم نے بھی اُپنے مَفَادَات اِسی میں دِیکھے کہ اِن قُوْتوں کی حِمَایَت کریں۔ چُنَا نچہ رَفْتہ رَفْتہ زَنْدِگی کے ہر شَعْبے میں وہی اُصُول و نَظَرِیَات پَر و اِن چڑھتے گئے جو قُرْآنی اَقْدَار کے مُنَابِی تھَا لیکن قُرْآنی اَلْفَاظ کو خُود سَاخْت مَعْنِی اور مَفْہُوم کَا لِبَاس پہنَا کر اِن نئے اُصُول و اَقْدَار کے لئے جَوَاز فَرَاہِم کیا گیا۔ یہ کَام اِس قَدْر آسان نہ تھَا بلکہ مُنَظَّم و مَرْبُوط سَازِشوں کَا جَال پھیلا یا گیا اور بَات بَات پَر قَالِ قَالِ رَسُولِ اللہ ﷺ کہنے و اَلْوَال کَا اِیک جَم غَیْرِ تِیَا ر کیا گیا۔ اِس طَرَح غَیْرِ قُرْآنی اَقْدَار اور عَرَبِی لِسَانِیَات کو نِیَا رنگ دینے کے ہر طَرِیقے کو رَسُولِ اَکْرَم ﷺ کَا قَوْل ثَابِت کرنے کی بھَر پُور کُوشِش کی گئی۔ اِس پُر زُور سِیلاب بَلَا کے آگے بِنْد لگانے کی کُوشِشیں بھی لَازِمَا ہوئیں، لیکن پَانِی سَر سے اِتَا اُونچا گُزر رہا تھَا کہ ہر مَثَبَت کُوشِش بِنکوں کَا دُھیر بَن کر بہہ گئی۔ بَعْد کی نَسْلِ نے اِن خُود سَاخْتہ عَقَائِدِ مَعْنِی پَر مہرِ تَصْدِیقِ حَبِیْت کر دی اور یہ عَقِیدَہ رَاخ کر دیا گیا کہ یہ سَب فَرْمَانِ رَسُولِ ﷺ اور فَرْمَانِ صَحَابَہ ہیں جن سے سَر تَابِی اور اِخْتِلَاف کی کوئی مُتَجَاہِش نہیں۔ اُس وَقْت سے آج تک اہلِ عَرَب بھی اَلْفَاظِ قُرْآنی کَا وہی مَفْہُوم لیتے ہیں جو عَجْمِی فِلَسَافِیوں

اور دانشوروں نے متعین کر دیا تھا، اس سے الگ ہو کر وہ بھی نہ کچھ سوچ سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں۔ اس طرح القرآن کو ”مہجور“ یعنی خود ساختہ نظریات کا پابند بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ بہلاؤے اور تسلی کے لئے ”تجوید، حُسنِ قرأت، ناظرہ“ وغیرہ کی اصطلاحات وضع کر لی گئی ہیں تاکہ یہ بدنصیب قوم ان گردابوں میں پھنسی رہے اور گامگا کر اور جھوم جھوم کر اس کتابِ عظیم کو پڑھتی رہے اور اس کے مقصد و مفہوم تک رسائی کی کبھی کوشش نہ کرے۔ عربی لسانیات کے مطابق زمانہ نزولِ قرآن میں ”مہجور“ اُس اونٹ کو کہتے تھے جس کے چاروں پاؤں باندھ کر اُسے حرکت کرنے سے روک دیا گیا ہو۔ القرآن کی حرکت اور ارتقاء کو بھی اسی طرح ”مہجور“ بنا دیا گیا۔

مہجور قرآن

کیا واقعی مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے القرآن کو خود ساختہ نظریات کا پابند یعنی ”مہجور“ بنا دیا؟ اس امر کا ثبوت خود قرآن میں موجود ہے۔

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۝

(سورۃ الفرقان - آیت ۳۰)

اور رسول ﷺ کہیں گے کہ اے میرے رب! بلاشبہ میری قوم نے اس قرآن کو مہجور بنا رکھا تھا۔

اس مقصد کے لئے کیا یہ گیا کہ تمام بنیادی اصول و نظریات کو تبدیل کر دیا گیا اور اسلام کو محض چند رسومات کا مجموعہ بنا کر پیش کیا گیا۔ القرآن کا ’اللہ‘، ’خدا‘ میں بدلا گیا جس کا تصور ایک مُطلق العنان اور قواعد



قوانین سے بے پروا ایک شہنشاہ کی مانند ہے۔ القرآن کی 'صلوٰۃ'، 'نماز' سے بدلی گئی جو قائم نہیں کی جاتی بلکہ پڑھی جاتی ہے۔ القرآن کے وسیع نظام 'زکوٰۃ' کو ڈھائی فیصد کی بھیک میں تبدیل کیا گیا۔ مختصر یہ کہ ایک ایک قرآنی شیخ کے تصورات و مفاہیم کو تبدیل کر کے پورے القرآن کو 'مہجور بنا دیا گیا۔ اس کے عطا کردہ 'الدین' کو 'مذہب' میں بدل ڈالا گیا۔ اس طرح 'اسلام' ایک عملی نظام حیات کی بجائے چند بے نام عقائد اور خوش فہمیوں کے تقدسات کا مجموعہ بن کر رہ گیا۔ اس پر بھی بس نہ ہوا تو مسلم قوم پر آخری ضرب کاری 'تصوف' کے عقائد کی لگائی۔ جس کے نتیجے میں رہبانیت اور الحاد نے جنم لیا۔ ایسے ایسے دواراز کار یونانی، ایرانی اور ہندوی فلسفیانہ تصورات کے زہریلے انجکشن اس قوم کو لگائے گئے کہ اب اس کا جان برہونا ناممکن دکھائی دیتا ہے۔

اصوٰۃ۔ قرآن کریم کی ایک خاص اصطلاح "اقامت صلوة" ہے جس کے عام معنی نماز قائم کرنا یا نماز پڑھنا کہتے ہیں۔ لفظ صلوة کا مادہ (ص۔ل۔و) ہے، جس کے بنیادی معنی کسی کے پیچھے پیچھے چلنے کے ہیں۔ اس لئے صلوة میں قوانین خداوندی کے اتباع کا مفہوم شامل ہو گا۔ بنا بریں، اقامت صلوة سے مفہوم ہو گا۔ ایسے نظام یا معاشرہ کا قیام جس میں قوانین خداوندی کا اتباع کیا جائے۔ یہ اس اصطلاح کا وسیع اور جامع مفہوم ہے۔ نماز کے اجتماعات میں قوانین خداوندی کے اتباع کا تصور، محسوس اور کسبی ہوئی شکل میں سامنے آجاتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے اس اصطلاح کو ان اجتماعات کے لئے بھی استعمال کیا ہے۔ قرآنی آیات پر تھوڑا سا تہذیب کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ کس مقام پر "اقامت صلوة" سے مراد اجتماعات نماز ہیں اور کس مقام پر "قرآنی نظام یا معاشرہ کا قیام۔" (ادارہ)

آرٹھ و سماء کی حقیقتیں

دوسری قوموں نے تو القرآن کے سماجی اور اقتصادی اصولوں کو براہ راست نہیں آہنایا بلکہ مشاہدات و تجربات یا (Trial and Error) کی بنیاد پر علم و عقل کی روشنی میں چند ایک ایسے اصولوں پر چل رہے ہیں جو قرآنی اصولوں سے مطابقت رکھتے ہیں۔ ان کے معاشرے میں چند خوشگوار پہلو انہی اصولوں کے باعث نظر آتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اسی سلسلے میں کہا ہے کہ

ہر دو امیر کارواں، ہر دو بہ منزلے رساں
عقل بہ جیلہ می برد، عشق برد کشاں کشاں

یعنی دونوں ہی کارواں انسانیت کی رہنمائی کر کے ان کو منزل مقصود تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، فرق اتنا ہے کہ عقل مشاہدات اور تجربات کی بنیاد پر یہ کام کرتی ہے جب کہ عشق یا ایمان ایک ہی جست میں منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ دنیا کی دیگر اقوام نے آرض و سماء میں موجود اللہ کی نشانیاں (آیات الہی) پر محنت کر کے مادی ترقی حاصل کر لی ہے اور اب وہ اس راہ میں مسلسل آگے ہی بڑھتے چلے جا رہے ہیں، بلکہ اس مخصوص راہ میں وہ دنیا کی امانت کا فرض انجام دے رہے ہیں۔ مسلم قوم نے یہ بھی نہیں کیا، جب کہ القرآن نے واضح طور پر کہا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ
بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ



لَكُمْ الْأَنْهَارَ ۖ وَسَخَّرْنَا لَكُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۖ وَسَخَّرْنَا لَكُمْ اللَّيْلَ
وَالنَّهَارَ ۚ وَاتَّقُوا مِن كُلِّ مَسْأَلَةٍ ۖ إِنَّ تَعْدُوتِ اللَّهِ لَافْتَحُوفَهَا
إِنَّ الْإِنْسَانَ لَقَلْبًا مُّكَفِّرًا ۝

(سورۃ ابراہیم - آیت ۳۲-۳۴)

اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی اور بلندی سے پانی برساتا، پھر اس کے ذریعہ پھل اُگائے جو تمہارا رزق ہیں۔ اور اس نے تمہارے لئے کشتی کو مسخر کر دیا جو اُس کے حکم سے پانی پر رُواں دُواں رہتی ہے، اور تمہارے لئے اُس نے دریاؤں کو مسخر کر دیا۔ پھر تمہارے لئے اُس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا جو ہر وقت رُواں دُواں رہتے ہیں اور اُس نے تمہارے لئے دن اور رات کو مسخر کر دیا۔ اُس نے تمہیں ہر وہ کچھ عطا کیا جس کی تم نے خواہش کی۔ اگر تم اُس کی نعمتوں کا شمار کرنے لگو تو نہیں کر سکتے، بلاشبہ انسان کی سرشت میں بے انصافی اور ناہنکراہی ہے۔

دوسرے مقام پر ارشادِ الہی ہے کہ

الَّذِينَ تَرَوْنَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ تَأْتِي السَّمَوَاتِ وَتَأْتِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ
عَلَيْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ۚ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنبِئٍ ۝

(سورۃ لقمان - آیت ۲۰)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں میں موجود ہر شے کو تمہارے لئے مسخر کر رکھا ہے اور اس طرح اُچی تمام ظاہری اور پوشیدہ

نعمتوں سے تمہیں نوازا ہوا ہے۔ پھر انسانوں میں ایسے بھی ہیں جو بلا علم، ہدایت اور روشن کتاب کے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔

اس طرح کی آیات القرآن میں بے شمار جگہوں پر موجود ہیں جہاں اللہ نے بڑے فخریہ انداز میں اپنی تخلیقِ ارض و سماوات کا تذکرہ کیا ہے۔

علماء کون نہیں؟

القرآن نے علماء کا لفظ انہی لوگوں کے لئے استعمال کیا ہے جو آسمانوں اور زمین اور ان میں موجود اشیاء پر غور و فکر کرتے ہیں۔

وَمِنَ الْيَتِهِ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافَ أَلْسِنَتِكُمْ
وَالْوَالِيكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ ۝

(سورۃ الزوم - آیت ۲۲)

اور اُس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے، اور تمہاری زبانوں اور زنگوں کے اختلاف بھی، بلاشبہ اس میں عالمین کے لئے نشانیاں ہیں۔

الْمَسْرَآتِ اللّٰهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ
مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيْضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ
أَلْوَانُهَا وَعَرَابِيٌّ سُودٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ
وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ
مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ۝

(سورۃ فاطر - آیت ۲۷-۲۸)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے، جس سے مختلف رنگوں کے پھل اگتے ہیں، پھر پہاڑوں میں مختلف جھتے ہیں، کوئی سفید، کوئی سرخ اور کوئی گہرا سیاہ، مختلف رنگوں کے۔ اسی طرح انسانوں، جانوروں اور چوپایوں میں بھی مختلف رنگ ہیں۔ اللہ کے بندوں میں سے وہی خشیستِ الہی رکھتے ہیں جو علماء ہیں، بلاشبہ اللہ عزیز و غفور ہے۔

اسی طرح سورۃ آل عمران کی آیت ۱۹۱ میں القرآن نے ان لوگوں کو 'اولوالالباب' (تیز فہم) کہا ہے جو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر وقت ارض و سماء کی تخلیق پر غور و فکر کرتے ہیں۔ القرآن نے علماء کی یہ تعریف بیان کی اور اس کے بالکل برخلاف مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے یہ نام ان لوگوں کو دے دیا جو زیادہ سے زیادہ حوالے (References) یاد رکھتے ہیں اور خود کو لائبریری بنالیتے ہیں۔ اس طرح لغت ہائے حجازی کے قارئین بن جاتے ہیں۔ ان کی نہ اپنی کوئی رائے ہوتی ہے اور نہ کوئی قوتِ تخلیق۔ ہر مسئلے کے بارے میں وہ بلا تکان مختلف گزرے ہوئے لوگوں کی رائے اور فیصلے سنانا شروع کر دیتے ہیں۔ علماء کی تعریف بدل ڈالنے کے باعث آج ہم دنیا کی پست ترین قوم ہیں اور دنیا کی امامت کرنے کے لئے جن صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے ان سے بالکل محروم ہیں۔

حلال اور حرام

یہ بات سب جانتے ہیں کہ حلال و حرام کا تصور صرف کھانے پینے کی

اشیاء تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر سماجی اور اقتصادی رویوں سے تعلق رکھتا ہے۔ القرآن نے انسان کو سادہ اور آسان سے بنیادی اصول و نظریات دیئے اور ارضی موت کے بعد دوبارہ زندگی پانے کے ایمان کو ان اصول و نظریات کی بنیاد بنایا تاکہ لوگ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی فطری خواہش کی تسکین، خیر کے کاموں میں حاصل کریں۔ (فاسبقوا الخیرات) اور اپنے تقویٰ کے لحاظ سے مدارج حاصل کریں۔ ان حلال و حرام، جائز و ناجائز کے چند بنیادی گوشے القرآن نے بیان کر دیئے اور باقی اعمال و افعال کے لئے مشاہرت کا حکم دے دیا۔

وَسَأَدْرُغُم فِي الْأَمْرِ ۝

(سورۃ آل عمران - آیت ۱۵۹)

اور ان سے معاملات میں مشورہ لیا کرو۔

مسلم اُمت کو زیادہ سوالات کرنے سے منع کیا گیا، ارشادِ الہی ہوا۔

أَمْ سُرِيْدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سَأَلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ

وَمَنْ يَتَّبِعِ الْكُفْرَ بِلَا إِيمَانٍ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝

(سورۃ البقرۃ - آیت ۱۰۸)

کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول (ﷺ) سے اسی طرح سوالات کرو جس

طرح اُس سے پہلے موسیٰ سے کیا گیا تھا۔ تو جو شخص کفر سے ایمان کو بدل

ڈالے تو وہ تو سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

اس سے زیادہ سخت تنبیہ کے طور پر ارشادِ الہی ہوا کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنَ أَسْيَاءِ إِن تَبَدَّلَ لَكُمْ تَسْوُكُمْ
وَإِن تَسْأَلُوا عَنْهَا حَتَّىٰ يُنزَلَ الْقُرْآنُ إِن تَبَدَّلَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ
غَفُورٌ حَنِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ۝
(سُورَةُ الْمَائِدَةِ - آيَاتُ ۱۰۱-۱۰۲)

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو کہ اگر بتا دی جائیں تو تم کو
ناگوار گزریں، اگر تم سوالات کرتے رہو گے تو ابھی قرآن نازل ہو رہا
ہے اور وہ بتا دی جائیں گی، اللہ تمہیں اس کے لئے معاف کرے، کیوں
کہ اللہ غفور و رحیم ہے۔ تم سے پہلے بھی لوگوں نے ایسے سوالات کئے تھے
اور نبھا نہ پائے تو انکار کر بیٹھے۔

چنانچہ جن اصول و نظریات کی تعلیم قرآن دیتا ہے ان پر عمل درآمد کے
طرز یعنی اور جزئی تفصیلات امت مسلمہ کو باہمی مشاورت کے ذریعہ طے کرنے
تھے۔ ان مشاورتوں میں صرف دو باتیں لحاظ کے قابل تھیں۔

وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِيُجْزِيَ كُلَّ نَفْسٍ بِمَا
كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

(سُورَةُ الْجَاثِيَةِ - آيَةُ ۲۲)

اللہ نے آرض و سماوات کی تخلیق حق کے ساتھ کی ہے تاکہ ہر نفس کو اس
کے کئے کا بدلہ مل جائے اور ان کے ساتھ کوئی نا انصافی نہ ہو۔

وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمُكِّثُ فِي الْأَرْضِ ۝

(سُورَةُ الزُّمَرِ - آيَةُ ۱۷)

اور جو شے انسانوں کے لئے فائدہ مند ہے وہی زمین پر رہ جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ زمانہ مستقبل ارتقائی منازل طے کر رہا ہے اور اس کے احوال و ظروف بھی مسلسل تبدیل ہو رہے ہیں۔ پُچھا نچھ ایک زمانے میں بنائے ہوئی جڑی تفصیل دوسرے زمانے میں قابلِ نفاذ نہیں رہ سکتیں۔ زمانہ کبھی پیچھے کی سمت سفر نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے القرآن نے تھلیدِ آباء کی شدت سے مخالفت کی ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

وَإِذْ أٰقْبَلْ لَهُمْ اٰتٰبِعُوا مَا اَنْزَلْ اَللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَحْبِعُ مَا
اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَنَاۗ اَوَلَوْ كَاٰن اٰبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا
وَلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

(سورۃ البقرۃ۔ آیت ۱۰۰)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا ہے، خواہ ان کے آباء و اجداد نہ تو کسی شے کا عقل رکھتے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پر رہے ہوں۔

انسانی زندگی کے سماجی و اقتصادی معاملات میں حلال و حرام کی تفصیل متعین کرنے کا اختیار اللہ نے صرف اور صرف اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ السِّنْتِكُمْ الْكٰذِبَ هٰذَا
حَلٰلٌ وَهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلٰى اَللّٰهِ الْكٰذِبَ اِنَّ
الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلٰى اَللّٰهِ الْكٰذِبَ لَا يُوْفٰىلِحُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

(سورۃ النحل۔ آیت ۱۱۰)

اور جو شہنہاری زبانیں یونہی جھوٹ بیان کر دیتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ

حرام ہے تاکہ اللہ پر بے ہتیاں محض باندھو، ایسی بات مت کیا کرو۔ بلاشبہ اللہ پر مضمونی شہنت لگانے والے فلاح نہیں پاتے۔

القرآن کسی کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ حلال و حرام کی تفصیل بیان کرتا پھرے۔ ارشادِ الہی ہے کہ:

قُلْ اَرَايْتُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلٰلًا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ اٰذِنٌ لِّكُمْ اَمْ عَلٰى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾
(سورۃ یونس - آیت ۵۹)

کہہ دو کہ کیا تم غور کرتے ہو کہ اللہ نے جو کچھ تمہارے لئے بطور رزق نازل کیا ہے تم اس میں سے کسی کو حرام قرار دیتے ہو اور کسی کو حلال۔ ان سے پوچھو کہ کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دے رکھی ہے یا تم اللہ پر ابتراء باندھتے ہو۔

اس حکمِ قرآنی کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلم قوم کی مذہبی پیشوا بیت نے فقہ اور مسلک کے نام پر ان تفصیل کو لکھا اور متعین کر دیا۔ یہ قوانینِ الہی سے بغاوت ہے چنانچہ نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔

فرقہ بندی

القرآن نے فرقہ بازی (مذہبی اور سیاسی گروہ بندی) کو فرعونِ اعمال، شرک اور کفر قرار دیا ہے۔ فرعونِ طریقہ:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلًا سِبْعًا يَسْتَضِعُّ



طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَدَّبِحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ
مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝

(سورۃ القصص - آیت ۴)

بلاشبہ فرعون زمین پر بہت سرکش ہو گیا تھا اور اُس نے وہاں کے
باشندگان کو گزروہ درگزروہ کر رکھا تھا اور ایک گزروہ کو کمزور کر رکھا تھا، اُس
کے بیٹوں کو ذبح کروا دیا کرتا تھا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا، واقعتاً وہ
فسادی تھا۔

مشرک

مُشْرِكِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ
الْمُشْرِكِينَ ۝ مِنَ الَّذِينَ فَرَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا
كُلٌّ حِزْبٌ بِمَا لَدَيْهِمْ فِرْحُونٌ ۝

(سورۃ الزوم - آیت ۳۱-۳۲)

اسی کی طرف رجوع کیے نہ ہو اور تقویٰ اختیار کرو، صلوات قائم کرو اور
مشرکین میں سے نہ ہو جانا۔ یعنی ان لوگوں میں سے جنہوں نے دین کو
ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور گزروہ درگزروہ ہو گئے، ہر فرقہ اسی پر فرحاں ہے
جو اُس کے پاس ہے۔

مکرم

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ
الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ
وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكْفَرْتُمْ بَعْدَ



إِيْمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾

(سُورَةُ آلِ عِمْرَانَ - آيَةُ ١٠٥-١٠٦)

اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے تفرقہ کیا اور باہم اختلاف کیا جب کہ واضح احکام آچکے تھے، اور ان کے لئے تو بڑا عذاب ہے۔ اس روز جب بعض چیزے سفید ہوں گے اور بعض سیاہ، تو جن کے چیزے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا تھا تو آج تم اپنے کفر کرنے کی وجہ سے عذاب کا مزہ چکھو۔

رسول ﷺ سے قطع تعلق

القرآن نے فرقہ بندی کو صرف اسی حد تک بُرا نہیں کہا بلکہ اپنے رسول ﷺ سے صاف صاف کہہ دیا کہ جن لوگوں نے دین میں تفرقہ بازی کی ان سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ فَزَعُوا دِيْنَهُمْ وَكَانُوا شَيْعًا لَسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ
إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٦٠﴾

(سُورَةُ الْأَنْعَامِ - آيَةُ ١٦٠)

بلاشبہ جن لوگوں نے دین میں تفرقہ کیا اور گروہ درگروہ ہو گئے، تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، پھر وہ ان کو ان کا کیا ہوا بتلا دے گا۔

وضعی جوڑاؤ

اس حقیقت کے باوجود کہ مسلم قوم کی اکثریت کا ایمان ہے کہ رسول اللہ

ﷺ سے زیادہ سے زیادہ محبت اور تعلق ہی ان کے دین کی بنیاد ہے۔ اسی قوم کی مذہبی پیشوائیت نے کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ مختلف عقائد و اعمال کو بنیاد بنا کر امت کے گردہ در گردہ بنا دیئے۔ انہوں نے حسب توفیق قرآن کی تمام تعلیمات کے برعکس دعویٰ کیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ۷۳ فرقے ہوں گے اور ان میں سے ایک نجات یافتہ ہوگا (مَعَاذَ اللّٰهِ) آج تک یہ فیصلہ نہ ہو سکا کہ کون سا فرقہ 'ناجی' ہے، کیوں کہ ہر ایک فرقہ اسی خوش فہمی میں ہے کہ وہی 'ناجی' ہے (كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ)، کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی قرآن کے خلاف کوئی بات کہیں گے؟

جب کہ القرآن میں اللہ کا واضح ارشاد ہے کہ

وَلَوْ نَقُولُ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ ﴿١٠﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿١١﴾
ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿١٢﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ
حَاجِزِينَ ﴿١٣﴾

(سورۃ الحاقہ - آیت ۱۰ تا ۱۳)

اور اگر یہ رسول (ﷺ) ہماری طرف سے کوئی اور بات کہتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر ہم ان کی رگ جان کاٹ ڈالتے، اور تم میں سے کوئی ان کو بچانے والا نہ ہوتا۔

مسجدِ ضرار

القرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کیا کہ تم اس "مسجدِ ضرار" سے

میں کھڑے تک نہ ہونا جو تفرقہ کے لئے بنائی گئی ہے۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ
الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ
وَلِيُحِلِّفَنَ أَنْ تُرَدَّنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ
لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٨﴾ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَلْمَسْجِدِ أُسُسٌ عَلَىٰ التَّقْوَىٰ
مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ
أَنْ يَتَّضَرَّوْا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ﴿١٠٩﴾

(سورۃ التوبہ۔ آیت ۱۰۷-۱۰۸)

اور وہ لوگ جنہوں نے نقصان پہنچانے کے لئے ایک مسجد بنائی ہے تاکہ
کفر کریں اور مؤمنین میں تفرقہ ڈالیں اور اس طرح ان لوگوں کے لئے
کینن گاہ بنائیں جو پہلے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے جنگ کر چکے
ہیں، اور وہ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم ہوائے بھلائی کے اور کوئی ازادہ نہیں
رکھتے، لیکن اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں (اے رسول) تم
اس میں کبھی کھڑے تک نہ ہونا۔ ہاں، وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن
سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، اس بات کا حق رکھتی ہے کہ اس میں قیام کیا
جائے، اس میں ایسے افراد ہیں جو پاکیزہ اطوار والے ہیں اور اللہ تو
پاکیزہ لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

ایک اور مقام پر القرآن نے کہا۔

وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ﴿١٨﴾

(سورۃ الحج۔ آیت ۱۸)



اور مساجد تو اللہ کے لئے ہیں چنانچہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو۔

یہ تو القرآن کے احکام تھے، مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے کڑھ آرض پر کوئی ایسی مسجد نہ چھوڑی جو صرف اللہ کے نام پر ہو اور جہاں تفرقہ بازی نہ ہوتی ہو..... غرض القرآن کے ہر اصول، ہر نظریے سے بغاوت کی گئی، اُس کے ہر حکم کے برخلاف عمل کیا گیا، اُس کے دیئے ہوئے ہر تصور کو بدل ڈالا گیا، اور اس کے باوجود دعویٰ ایمان کا! دعویٰ اسلام کا!! یا اللعجب!!!

غیر نصیاتی مترگریمیاں

القرآن نے پھیلی امتوں کے قصے بیان کرنے کے بعد کہا کہ

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلكُمْ مَا كَسَبْتُمْ
وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۱﴾

(سورۃ البقرۃ - آیت ۱۳۱)

یہ امتیں تھیں جو گزر گئیں، ان کے اعمال ان کے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں، تم سے ہرگز نہیں پوچھا جائے گا کہ ان لوگوں نے کیا کیا تھا۔

دوسرے مقام پر القرآن نے واضح کر دیا کہ

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ۗ

(سورۃ الأنعام - آیت ۱۶۵)

اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی کے لئے ہوتا ہے، اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

القرآن نے نامہ اعمال کو "الکتب" کہہ کر پکارا ہے، یعنی ہر فرد کے اعمال کا تحریری ریکارڈ۔ اس پر لوگ حیرت کریں گے کہ اُس میں تو کوئی عمل لکھنے سے رہا ہی نہیں۔

وَوَضَعَ الْكِتَابَ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ
وَيَقُولُونَ يُؤْتِلَتْنَا مَالٌ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً
وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۗ

(سورۃ الکہف۔ آیت ۴۹)

اور نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اُس سے ڈرتے ہوں گے اور کہیں گے کہ ہائے کم تنگی، یہ کیسی کتاب ہے کہ جس نے چھوٹی بڑی کوئی بات لکھنے سے نہ چھوڑی۔

پورے القرآن میں کہیں بھی یہ تذکرہ نہیں کہ کوئی شخص اس امر کا تکلف ہوگا کہ وہ اپنے اسلاف کے بارے میں کوئی خاص عقیدہ یا نظریہ قائم کرے، اور اُن کے باہمی نزاع اور اختلاف کو زیر بحث لا کر امت میں انتشار پیدا کرے۔ القرآن کے مطابق ہر شخص صرف اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ پچھلے لوگوں نے کیا کیا تھا، اس بات سے اُس کا کوئی تعلق نہیں۔ مسلم قوم کے پیشوایان مذہب نے ہر ہر قدم پر اسلاف کے بت تراشے، کہانیاں گھڑیں اور خود ساختہ جواز بنا کر مسلم قوم کو آپس میں ٹکرا ٹکرا کر اُن کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔ جن امور کو القرآن نے خارج از نصاب (Out of Syllabus) قرار دے دیا تھا، اُن پر موٹی موٹی کتابیں لکھی گئیں۔ 'سَقَفُ بَنُو سَعْدِ كَاتِبَةٌ'، جنگ

جمل، 'جنگِ صفین'، 'قتلہ کر بلا' وغیرہ وغیرہ۔ غرض کہ ایک پر ایک بت تراشے گئے مسلم قوم کو ان کا الگ الگ پجاری بنایا گیا۔ نتیجہ ان باتوں کا یہ نکلا کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی ہدایات و تعلیمات کے مطابق اسلامی انقلاب برپا کرنا، دنیا کی دیگر اقوام کے سامنے انسانی فلاح و ترقی کا صحیح صحیح لائحہ عمل پیش کرنا اور اس طرح دنیا کی امامت کرنا جو کہ مسلم قوم کا اصلی اور بنیادی فریضہ تھا، وہ گزشتہ کئی صدیوں سے مسلم قوم کے جیٹھ تصور میں ہی نہیں آتا۔ اللہ نے مؤمنین کو "شهداء علی الناس" (نوع انسان کا رہبر و نگران) بننے کی ذمہ داری عطا کی تھی۔ وہ اتنی بڑی ذمہ داری تو کیا سنبھالتے، خود دوسری قوموں کے محتاج اور دستِ نگرین کر رہ گئے۔

کیا عقل کا استعمال حرام ہے؟

مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے لوگوں کی زبانیں بند کرنے کے لئے ایک تصور عام کیا کہ "دین میں عقل کا استعمال حرام ہے"، "عقل" کیا ہے؟ ایک طاقت یا صلاحیت جو حواسِ انسانی کے ذریعہ حقائق کو معلوم کرتی ہے۔ القرآن نے ان لوگوں کو جہنمی قرار دیا ہے جو ان حواس کا استعمال نہیں کرتے۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ أذانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿٥٩﴾

(سورة الأعراف - آیت ۵۹)



اور جن وائس میں سے ایک کثیر تعداد ان کی ہے جو جہنمی ہیں، یہ وہ ہیں جن کے دل ہیں لیکن وہ ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے، ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھنے کا کام نہیں لیتے، ان کے کان ہیں جن سے وہ سننے کا کام نہیں لیتے۔ یہ لوگ چوپائے کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے، یہی لوگ غافل ہیں۔

اہل جہنم بھی یہی کہیں گے:

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِصُ مَا كُنَّا فِي الْأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝

(سورۃ الملک - آیت ۱۰)

اگر ہم سنتے یا غصیل سے کام لیتے تو اہل جہنم میں نہ ہوتے۔

القرآن ایک جگہ کہتا ہے:

الَّذِينَ كَفَرُوا يَتَّبِعُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ
عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ وَإِنِ اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ وَلَقَدْ آضَدْنَا
مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ۝

(سورۃ لیس - آیت ۶۰-۶۲)

اے آدم کی اولاد! کیا تم نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی بندگی نہ کرنا، وہ تمہارا صریح دشمن ہے، بلکہ تم میرے بندے بن جاؤ، یہی صراط مستقیم ہے۔ اور جب کہ وہ تم میں سے ایک کثیر تعداد کو پہلے بھی گمراہ کر چکا ہے، تو تم عقل سے کیوں کام نہیں لیتے۔

مومنین کی جماعت کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ:

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُنًّا
وَءَعْيَانًا ۝

(سورۃ الفرقان - آیت ۷۳)

اور وہ ایسے ہیں کہ جب ان کے سامنے ان کے رب کی آیات کے
ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بھی بہرے اور اندھے بن کر نہیں
گر پڑتے۔

خود اپنے بارے میں القرآن کہتا ہے کہ:

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝

(سورۃ محمد - آیت ۲۳)

بھلا یہ لوگ القرآن میں تذکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے
ہوئے ہیں۔

اس طرح کی آیات القرآن میں جگہ جگہ موجود ہیں جن میں غور فکر کرنے
اور عقل و حواس کو استعمال کرنے کی تاکید کی گئی ہے، صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلم
قوم کی مذہبی پیشوائیت نے محض اپنی مقصد براری اور چودھراہٹ کو برقرار رکھنے
کے لئے عقل، کوشچر ممنوعہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ ان سے بھی دس قدم آگے بڑھ کر عقل
و فکر کے استعمال پر ایک کاری ضرب 'اہل تصوف' یا 'اہل طریقت' کے نام لیواؤں
نے لگائی۔ ان کے یہاں حواس انسانی سے کام لینا اور علم و عقل کی روشنی میں حقائق
کا ادراک کرنا قطعی حرام ہے۔ یونانی فلسفے کے مطابق ان کا ایمان بھی اسی بات پر
ہے کہ دنیائے موجود ایک سراب ہے اور ترک دنیائی اصل دین ہے۔

سحر کی کتاب

القرآن نے بار بار کفار کے اس بے بنیاد اعتراض کو رد کیا ہے جس میں وہ اس کتاب کو 'سحر' قرار دیتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ إِنَّ هَذَا
إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝

(سورۃ سبأ، آیت ۴۳)

اور جب حق آ پہنچا تو کفر کرنے والوں نے کہا کہ یہ ایک کھلے سحر کے ہوا
کچھ نہیں۔

وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ۝

(سورۃ الزخرف، آیت ۳۰)

اور جب الحق آ پہنچا تو کہنے لگے کہ یہ تو سحر ہے ہم اس کو نہیں مانتے۔

وَإِذَا تَشَاءُ عَلَيْهِمْ إِتْنَا قَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا لَلْحَقِّ لَمَّا
جَاءَهُمْ هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝

(سورۃ الاحقاف، آیت ۷)

اور جب ہماری واضح آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو کفار اس
الحق کے بارے میں جو ان کے پاس پہنچا ہے کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا
سحر ہے۔

القرآن نے فیصلہ دیا کہ:

وَلَا يُفْلِحُ السَّحْرُونَ ۝

(سورۃ یونس، آیت ۷۷)

اور ساجر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

مُسْلِمِ قَوْمِ نِيَالِ تَفَاقِ قُرْآنِ سِي هِي 'جَادُوْنِي تُوْنِي' بِنَاؤَالِي۔ اِسْ كِي
 جَمْلُوْنِ كُوْبِي دَرِنَجِ وَيَدُوْنِ كِي 'مَنْتَر' كِي طُورِ پَرِ اسْتِعْمَالِ كِيَا۔ عَقِيْدَه دَضْعِ كِيَا كِيَا كِي
 اللّٰهِ كِي كَلَامِ مِي بَزِي طَاقْتِ هِي۔ حَالًا نَكِه دُوْسَرِي اقْوَامِ نِي هِي اِپْنِي اِپْنِي
 كِتَابُوْنِ كُو اِيسِي طَرَحِ 'بَزِي طَاقْت' كِي طُورِ پَرِ اسْتِعْمَالِ كِيَا هُوَا هِي۔ اِسْ طَرَحِ
 قُرْآنِ كُو هِي اِيكِ عَامِ نَدَبِي جَنْتَرِ مَنْتَرِ كِي كِتَابِ بِنَا كَرِ رَكْهَ دِيَا كِيَا تَا كِي اِسْ مِي
 مَوْجُوْدِ اِنْتِلَابِي پِيْغَامِ پَرِ كِسِي كِي تَوْجِهَ نَدِ جَايِي..... اُورِ اَبِ تُو اِسْ قِسْمِ كِي 'سَاحِرَانِه
 كَرِ شِي' سِيكُو كَرِ ذَهِيْتِ كِي ذَهَرِيُوْنِ كِي يِهَا مِي هِي عَامِ هُو رَهِي هِي۔ اِيَسِي
 حَالَاتِ مِي اَبِ الْقُرْآنِ كِي كُوْنِي اِنْفِرَادِيَّتِ هِي نَدِ رَهِي۔ اِنِ بَاتُوْنِ كِي بِاَكْثَرِ
 بَرَكْسِ الْقُرْآنِ نِي خُوْدِ اِپْنِي بَارِي مِي وَضَاحَتِ كَرِ دِي تَهِي كِي يِهِي مُجْرَزَاتِ اُورِ
 كَرَامَاتِ دِكْهَانِي وَالِي كِتَابِ نِي هِي۔

وَلَوْ اَنْ قُرْآنًا سِيْرَتِ يِهِي اِلْحِبَالُ اَوْ قَطِعَتْ يِهِي الْاَرْضُ اَوْ كَلِمَةٌ يِهِي
 الْمَوْتِيُّ بَلِ لِلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا اَفَلَمْ يَأْتِسِ الْذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تُوَيْسَا
 اللّٰهُ لَهْدِي النَّاسِ جَمِيْعًا وَلَا يَزَالُ الْذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا
 صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرْبِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَأْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ اِنَّ
 اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿٣١﴾

(سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ - آيَتِ ٣١)

اگر قرآن آيا ہوتا کہ اُس کے ذریعہ پہاڑ اُپنی جگہ سے ہٹائے جاتے یا
 اُس کے ذریعہ زمین تیزی کے ساتھ نلے کی جاسکتی یا اُس کے ذریعہ
 مُردوں سے باتیں کرائی جاسکتیں (جب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے) بلکہ

تمام امور صرف اللہ کے لئے ہیں۔ کیا اب بھی ایمان والوں کو اس بات میں دل جمعی نہیں ہوئی کہ اگر اللہ چاہتا تو تمام نوح انسانی کو ہدایت دے دیتا۔ اور کفر کرنے والوں کی تو یہ حالت ہوتی ہی ہے کہ ان کے کردار و عمل کے سبب ان پر کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا ہی رہتا ہے یا ان کے قریب کے لوگوں پر، یہ کچھ تو ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائے گا، کیوں کہ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

مُردوں پر قرآن پڑھنا

قرآن نے کہا کہ یہ کتاب زندہ لوگوں کے لئے ہے۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ﴿٥٠﴾
لِيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٥١﴾

(سورۃ لیس - آیت ۶۹-۷۰)

اور ہم نے رسول (ﷺ) کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ ہی یہ اس کے شایاں ہے، یہ تو سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ نصیحت اور واضح قرآن ہے جس کے ذریعہ ان کو انجام کی آگاہی دی جاتی ہے جو زندہ ہیں تاکہ کافروں پر نجات تمام ہو جائے۔

القرآن مُردوں کے لئے ہے ہی نہیں

إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَى وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا
دَعَوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾

(سورۃ النمل - آیت ۸۰)

آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو آواز دے سکتے ہیں، جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔

القرآن نے واضح طور پر کہا کہ قبروں میں پڑے ہوئے مردوں کو کچھ سنایا نہیں جاسکتا:

وَمَا يَسْمَعُوا فِي الْأَقْبَابِ وَلَا الْأَصْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ
يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ①

(سُورَةُ فَاطِرٍ - آيَةُ ٢٢)

اور زندہ لوگ اور مردے یکساں نہیں ہو سکتے، بلاشبہ اللہ جسے چاہتا ہے
سنوادتا ہے اور آپ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔

قبر پرستی اہل القبور کو ماننے والوں کے بارے میں القرآن نے کہا کہ:

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَمْ وَإِنِ ابْتَدَعُوا
مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ ابْتِغَاءَ بَرَكَاتٍ
مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَقَدْ أُنزِلَتْ إِلَيْهِمْ آيَاتُهُ فَهُمْ
يَعْتَدُونَ ② وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا
لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ③

(سُورَةُ الْأَحْقَافِ - آيَةُ ١٧٤)

کہہ دو کہ تم نے ان کو دیکھا ہے کہ جن کو تم مانتے ہو اللہ کے پکارتے ہو
کہ انہوں نے زمین کی کوئی مئے تخلیق کی ہو یا آسمانوں میں ان کا کچھ



سنا جھا ہے؟ میرے پاس لے کر آؤ کوئی کتاب جو اس سے پہلے کی ہو یا کوئی اور مضمون منقول، اگر تم سچے ہو۔ اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر اوزوں کو پکارے جو قیامت تک اس کا کہنا نہ مانے، بلکہ وہ تو ان کی پکار سے بھی بے خبر ہوں۔ اور جب سب انسان جمع کئے جائیں تو ان کی عبادت کا ہی انکار کر دیں۔

دوسرے مقام پر القرآن کہتا ہے:

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۖ أَمْوَاتٌ غَيْرَ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٢١﴾

(سورۃ النحل - آیت ۲۰-۲۱)

اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کو پکارتے ہیں وہ کسی شے کی تخلیق نہیں کر سکتے، وہ تو خود مخلوق ہیں، لائے ہیں، بے جان! انہیں تو یہ بھی خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

یہ سب کچھ القرآن نے کہا، مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے اس کے برخلاف القرآن کو مردوں پر پڑھنے کے لئے منحصر کر دیا اور اس سے بھی آگے بڑھ کر اہل طریق نے اہل القبور کو اپنی حاجت براری کے لئے پکارنا بھی عین اسلام بنا دیا۔ اس قسم کی اور بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلم قوم نے بالعموم اور اس قوم کی مذہبی پیشوائیت نے بالخصوص القرآن کے احکام و ہدایات کے بالکل برعکس نہ صرف نظریات بنا لئے ہیں بلکہ ان کا برا ٹھنڈے والا قدم ان کو قرآن سے دُور، اور دُور لے جا رہا ہے۔ القرآن کا

استعمال اب مختلف لمحوں میں سُروں کے ساتھ پڑھنا، رت رت کر حفظ کرنا اور مردوں کو ثواب پہنچانا رہ گیا ہے.....

اُسُوۃ حَسَنَہ

اسلام کی ایک بنیاد القرآن کے ساتھ مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے جو سلوک کیا، اس کا تو ہم نے ایک اجمالی جائزہ لے کر دیکھ لیا۔ اب ہم 'الدین الاسلام' کی دوسری بنیاد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے 'اُسُوۃ حَسَنَہ' کے چند خصوصی پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے اُس کی کیسی تصویر کشی کی ہے..... مسلم قوم کے علمی رجحان کے مطابق تاریخ اور روایات مرتب کرنے والوں نے 'اُسُوۃ حَسَنَہ' کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات کا مترادف بنا دیا ہے۔ جب کہ القرآن میں 'اُسُوۃ حَسَنَہ' کا حوالہ حضرت ابراہیم اور ختمی مرتبت محمد ﷺ دونوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ بلکہ حضرت ابراہیم کے صحابہ کرام کے 'اُسُوۃ حَسَنَہ' کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ القرآن نے سوانح حیات کسی کی نہیں بیان کی ہے بلکہ حضرت ابراہیم اور ان کے صحابہ کرام کی اس جدوجہد کی تصویر کشی کی ہے جو انہوں نے باطل قوتوں کے مقابلے میں سرانجام دیں۔ اسی ضمن میں القرآن نے حضرت نوح، ہود، اور لیس، یونس، یعقوب، یوسف، شعیب، موسیٰ، زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ کی زندگیوں کے ان گوشوں کو تفصیل سے اُجاگر کیا ہے جو انہوں نے باطل قوتوں کے خلاف اور اللہ کی حاکمیت کرنے میں صرف کی تھیں۔ اسی طرح



قرآن کریم نے اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام (وَالَّذِينَ مَعَهُ) کی اس عظیم الشان جدوجہد کو اپنے اوراق میں محفوظ کر لیا ہے جس کے نتیجے میں نسلِ انسانیت نے چند برسوں کی قلیل مدت میں صدیوں کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔

اس طرح ذرا سے غور و فکر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ”اُسُوۃَ حَسَنَہ“ سے مراد وہ اعمال ہیں جو فلاحِ انسانیت اور آخرت کے بہترین نتائج کے لئے کئے گئے ہیں۔ القرآن نے کسی بھی دور کی تاریخ نہیں بیان کی بلکہ اُس نے تاریخِ انسانیت کے اُن گوشوں کو اُجاگر کیا ہے جہاں حق اور باطل کا ٹکراؤ ہوا اور آخر الامر حق کا غلبہ ہوا۔ ”اُسُوۃَ حَسَنَہ“ کی اس مختصر سی تعریف کے بعد اب ہم دیکھتے ہیں کہ القرآن نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے کن کن گوشوں کی خصوصی طور پر نشاندہی کی ہے اور مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے ان گوشوں کا کس طرح تصور وضع کر لیا ہے۔ کیوں کہ ”اُسُوۃَ حَسَنَہ“ کے یہی وہ بنیادی پہلو ہیں جن کا اتباع کرنا مسلم قوم کے لئے لازم ہے اور اُن کو ہی بدل ڈالنے کے سبب وہ دنیا کی دیگر اقوام کے مقابلے میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔

”اُسُوۃَ حَسَنَہ“ کیا ہے؟

(۱) القرآن نے سب سے پہلے حضرت ابراہیم اور وَالَّذِينَ مَعَهُ

یعنی اُن کے صحابہ کرام کی عملی جدوجہد کو ”اُسُوۃَ حَسَنَہ“ قرار دیا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسُوۃٌ حَسَنَةٌ فِي اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اِذْ



قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءُؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى
تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدَاهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَا اسْتَغْفِرَنَّ لَكَ
وَمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّ رَبِّي عَلِيمٌ بِذُنُوبِكُمْ
أَنْبَأْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ①

(سورۃ البقرہ - آیت ۴)

اور تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں بہترین فتوہ زندگی ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں، ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض پیدا ہو گیا جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہیں لے آتے۔ سوائے اس کے کہ ابراہیم نے اپنے والد سے کہا کہ میری تمنا ہے کہ آپ کی مغفرت ہو جائے لیکن اس بات میں مجھے کچھ اختیار حاصل نہیں (ان سب کی دُعا تھی کہ) اے ہمارے رب! ہم تجھ پر ہی توکل کرتے ہیں اور خیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور ہم خیری ہی طرف لوٹنے والے ہیں۔

ابراہیمی اُسوہ

انتہائی نامساعد حالات میں اپنی قوم سے کہنا کہ کَفَرْنَا بِكُمْ (ہم تمہارے منکر ہیں) یعنی تمہارے نظریہ حیات کے منکر ہیں، بڑی ہمت، استقامت اور اولوالعزمی کا مظاہرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کے صحابہ کرام کے اس عمل کو ”اُسوہ حسنہ“ کہا گیا۔ لیکن مسلم قوم کی مذہبی



پیشوائیت نے اِمَامُ النَّاسِ حَضْرَتِ اِبْرَاهِيمَ کے بارے میں روایت پیش کی کہ انہوں نے تین موقعوں پر جھوٹ بولا تھا۔ (مَعَاذَ اللّٰهِ !!)

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَا اُسُوَّةٍ حَسَنَةٍ

القرآن نے عین میڈانِ جنگ میں کم ہمت اور بزدل لوگوں کے دعوایِ ایمانی کو باطل قرار دیا ہے اور کہ اس سخت گھڑی میں رسول ﷺ کی ہمت، قیادت، جواں مردی، ثباتِ قدمی اور استقامت کو ”اُسُوَّةٌ حَسَنَةٌ“ قرار دے کر تلقین کی ہے کہ جسے آخرت کی بہتری عزیز ہے اس کے لئے یہ بہترین نمونہ کردار ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسُوَّةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الرَّسُوْلَ قَالُوْا هٰذَا اَمَّا وَعَدَدَنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُنَا وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُنَا وَمَا رَاَدُوْهُمُ اِلَّا اِيْمَانًا وَتَسْلِيْمًا ۝

(سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ - آيَةُ ۲۱-۲۲)

بِلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تمہارے لئے عمدہ ترین نمونہ حیات ہے، اُن لوگوں کے لئے جو اللہ اور آخرت کے طلبِ گار ہیں اور اللہ (کے احکام) کو کثرت سے پیش نظر رکھتے ہیں۔ جب مومنوں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہیں جن کا اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے وعدہ کیا تھا بلاشبہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سچے ہیں، اُن کے ایمان اور تسلیم و رضا میں اور اضافہ ہو گیا۔

ایسے مشابہ، جرأت مند، دلیر اور بہادر شخصیت کے بارے میں مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے روایات پیش کی ہیں کہ آپ ﷺ موت سے خوف کھاتے تھے۔ آسمان پر باؤل آجاتے تو پریشان ہو جاتے کہ کہیں عذابِ الہی تو نہیں آرہا۔ 'قَالَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كِيْ اَهْمِيْت كُو كَمْ كِيَا كِيَا، خُو دَسَاخْتَه مَالَاؤِ سِ پْرَبَّ سَجْه بُو تَجْه چنْدَا لَفَاظ كُو كِن كِن كِر پْرَهْنه كُو اُوْر 'هُوَ حَق' كِرْنه كُو 'جِهَادُ اَكْبَر' قَرَارِ دُوے وِيَا كِيَا۔ جَب كَه الْقُرْآن نَه 'قَالَ' كُو فَرَضِ عِيْن قَرَارِ وِيَا كِيَا۔

قَالَ فَرَضَ هِيَ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ
(سُورَةُ الْبَقَرَةِ - آيَةُ ٢١٦)

تُم پر جنگ کرنا (قَالَ) فرض کر دیا گیا۔

قرآن کریم نے رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کے بارے

میں کہا:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
بَيْنَهُمْ

(سُورَةُ الْفَتْحِ - آيَةُ ٢٩)

محمد ﷺ جو اللہ کے رسول ہیں، اور ان کے ساتھی، یہ لوگ کافروں پر سخت
ہیں اور آپس میں رحیم ہیں۔

مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے مسلم قوم میں نہ اشداء عمو الكفار

کی صفت باقی رہنے دی اور نہ رہی رَحْمَاءَ بَيْنَهُمْ کی خوبی۔ انہوں نے فرقہ بندیوں کی ایسی فضا پیدا کر دی کہ مسلم قوم آپس میں تو ہمیشہ دست و گریباں رہیں لیکن غیر مسلموں سے نہ صرف بے جا مفاہمت کرتی رہے بلکہ ان کی بالادستی بھی بخوشی قبول کر لے۔ اب تو مسلم قوم کا یہ دبطرہ بن گیا ہے کہ وہ فرقوں کی لڑائیوں میں بھی مدد کے لئے غیر مسلموں کا تعاون حاصل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتی۔

رسول ﷺ بفرج ہیں

القرآن نے رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے متعدد بار اعلان

کر دیا کہ

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ
فَمَن كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ
بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝۱۱

(سورۃ الکہف۔ آیت ۱۱۰)

کہہ دو کہ میں تو تم جیسا بشر ہوں بس میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا الہ صرف ایک واحد ہے، تو جو اپنے رب سے ملنے کی خواہش رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ عمل صالح کرے اور عبودیت میں ایک رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ
فَأَسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ۚ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۝

(سورۃ تم السجدہ۔ آیت ۶)

کہہ دو کہ میں تو تم جیسا بشر ہوں بس میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا اللہ
صرف ایک واحد ہے، تو اس بات پر قائم رہو اور اس سے مغفرت مانگو، تو
مشرکین کے لئے بڑی تباہی ہے۔

نبی ﷺ کی ذات میں غلو نہیں اللہ تعالیٰ نے معجزہ پیشد کوگوں کو قائل کیا کہ
یہ رسول ﷺ دین اسلام کی دعوت اپنے کردار کی بنیاد پر دے رہے ہیں نہ کہ
معجزات کی بنیاد پر۔

ارشادِ الہی ہوا کہ:

قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُمْ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرِكُمْ بِهِ فَقَدْ
لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ①

(سورۃ یونس - آیت ۱۶)

کہہ دو کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ تو میں یہ کلام پڑھ کر سناتا اور نہ وہ (اللہ) تم
کو اس کی اطلاع دیتا، جب کہ میں نے تمہارے درمیان ایک عمر گزاری
ہے تو تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔

مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے لوگوں میں یہ عقیدہ عام کیا کہ رسول
اللہ ﷺ کی تخلیق نور سے ہوئی تھی، اُن کا سایہ تک نہیں ہوتا تھا۔ یعنی اللہ اور
قرآن، رسول ﷺ کی بشریت پر اصرار کرتا رہے لیکن مذہبی پیشوایانِ قوم، اپنی
ضد پر ڈٹے رہیں گے، وہ بھلا اللہ اور قرآن کی بات کیوں ماننے لگے۔

رسول ﷺ کو خبیث کا حکم نہیں

القرآن نے کہا کہ رسول ﷺ کے پاس نہ تو زمین کے خزانے ہیں اور نہ

ہی اُن کو غیب کا علم:

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ
وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنَّمَا أَشِيرُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ قُلْ هَذَا
يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾

(سورۃ الأنعام - آیت ۵۰)

کہہ دو کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں
اور نہ یہ کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں
میں تو اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو میرے پاس آتی ہے، کہہ دو کہ کیا
اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں، تو تم سوچتے کیوں نہیں۔

مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے کہا کہ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو نہ صرف غیب کا بہ تمام و کمال علم تھا بلکہ انہوں نے تو قیامت تک کے
ہونے والے واقعات کی خبریں دے دی ہیں۔ کیا رسول ﷺ آسمان پر
گئے؟ القرآن نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کوئی مافوق البشر ہستی نہیں کہ وہ آسمان
پر چڑھ جائیں۔

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ حَتَّىٰ تُفَجِّرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوتًا ﴿٥١﴾
أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّجْدٍ وَعَيْنٌ مُّضْحَكًا حَتَّىٰ تَنْهَرَ جَهَنَّمَ
تَفْجِيرًا ﴿٥٢﴾ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمَتِ عَيْنُكَ سَفًّا أَوْ تَنزِلَ
بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ﴿٥٣﴾ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُنُوفٍ
أَوْ تَنزِلَ فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ بِرُوحَيْكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا

تَقْرُؤًا ۗ قَدْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هُوَ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا ﴿٩٠﴾

(سورۃ نبی اسرائیل - آیت ۹۰ تا ۹۳)

اور یہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم ہمارے لئے زمین سے جسے نہ جاری کر دو۔ یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو، اور اُس کے بیج میں نہریں نہا نکالو۔ یا جیسا کہ تم کہا کرتے ہو ہم پر آسمان کے ٹکڑے لاگراؤ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔ یا تمہارا سونے کا گھر ہو، یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی نہ مانیں گے جب تک کوئی کتاب نہ لے آؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں، کہہ دو کہ میرا رب ان باتوں سے پاک ہے، میں تو سوائے اُس کے اور کچھ بھی نہیں کہ ایک پیغام پہنچانے والا بشر ہوں۔

مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے کہا کہ واہ! یہ کیا بات ہوئی، ہمارے رسول ﷺ نے تو آسمانوں کی مکمل سیر بھی کی اور یومِ قیامت سے پہلے ہی سارے جنت اور جہنم والوں کے احوال کا مشاہدہ بھی کر لیا۔ بلکہ آپ ﷺ تو اب بھی اپنی قبر میں زندہ ہیں اور جہاں جہاں بھی آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھا جاتا ہے وہاں حاضر بھی ہو جاتے ہیں۔

آلِ رَسُولٍ ﷺ كَاَحْسِبِينَ

القرآن نے واضح الفاظ میں علم دیا کہ اولاد کو ان کے باپ کے نام سے پکارو۔

فَاَجْعَلِ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَبَلَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ وَنَا جَعَلَ



أَزْوَاجِكُمْ إِنِّي تَطْهَرُونَ مِنْهُنَّ أَهْلِيكُمْ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ
 أَبْنَاءَكُمْ ذَلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ
 يَهْدِي السَّبِيلَ ۝ اُدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ
 لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ وَلَيْسَ
 عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ
 وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

(سُورَةُ الْأَحْزَابِ - آيَاتُ ۴-۵)

اللہ نے کسی مرد کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے اور نہ ٹہناری ازواج کو
 جن کو تم ناں کہہ بیٹھتے ہو، ٹہناری ماں بنایا، اور نہ ٹہنارے لے پالکوں کو
 ٹہنارے بیٹے بنایا۔ یہ سب ٹہنارے منہ کی باتیں ہیں جب کہ اللہ تمہیں
 سچی بات بتاتا ہے اور ذہنی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ لے پالکوں کو ان کے
 اصلی باپوں کے نام سے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست
 ہے، اگر تم کو ان کے باپ کا نام معلوم نہ ہو تو دین میں وہ ٹہنارے
 بھائی اور دوست، اور جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی ہو اس میں کوئی
 پکڑ نہیں لیکن جو قصہ اول سے کرو گے اس پر گرفت ہوگی، اور اللہ تو غفور
 رحیم ہے۔

اس کے ساتھ ہی القرآن نے کہا کہ رَسُولٌ ﷺ کی کوئی نریت

اولاد نہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ
 النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عِيمًا ۝

(سُورَةُ الْأَحْزَابِ - آيَةُ ۴۰)

محمد (ﷺ) تم مزدوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں، اور اللہ ہر مئی سے بخوبی واقف ہے۔

مگر لوگوں نے آل رسول (ﷺ) بنا ڈالے اور ایک باقاعدہ خود ساختہ نسل سادات کے نام سے چلا دی۔ اس نسل کے بارے میں عجیب و غریب روایات بنائیں اور کم و بیش اس نسل کو وہی مقام دے دیا جو ہندوؤں کے یہاں برہمن کا ہے۔ ہندوؤں کے یہاں برہمن سب سے اونچی 'جاتی' (نسل) ہے جن کے بارے میں ان کے ویدوں میں لکھا ہے کہ یہ برہما کے سر سے پیدا ہوئے ہیں۔

القرآن کہتا ہے کہ یہ سب کچھ نہیں بس چند نام ہیں جو تم نے وضع کر لئے ہیں۔

إِنَّ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَتِيئُ مَوْهَاً أَنْتُمْ وَآبَاءُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۝

(سورۃ النجم۔ آیت ۲۳)

یہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور شہازے باپ دادا نے گھڑ لئے ہیں، اللہ نے تو ان کے لئے کوئی سند نہیں نازل کی۔

کیا رسول (ﷺ) نے پادریوں سے علوم سیکھے القرآن نے واضح کر دیا کہ رسول (ﷺ) اعلان نبوت سے قبل لکھنے پڑھنے کا شغل نہیں کیا کرتے تھے، اور نہ ہی یہ جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا ہیں۔

وَمَا كُنْتُمْ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتٰبٍ وَلَا تَحِطُّوْنَ بِمِيزٰنِكُمْ اِذَا لَأْرْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝

(سورۃ العنکبوت۔ آیت ۲۸)

اور تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اس کو اپنے ہاتھ سے

لکھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل ضرور شک کرتے۔

وَكَذِبْتَ اَوْحَيْنَا رِيْدَكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِى مَا
لُكْتُبُ وَلَا الْاِيْمَانَ وَلَكِنْ جَعَلْنٰهُ نُورًا نَّهْدِيْ بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ
عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥١﴾

(سورۃ الشوریٰ - آیت ۵۲)

اسی طرح ہم نے اپنے ظم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعہ
وحی بھیجی، جب کہ تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو۔ لیکن ہم
نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو
چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بلاشبہ تم صراطِ مستقیم کی جانب رہنمائی
کرتے ہو۔

مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے کہا کہ اعلانِ نبوت سے قبل بحیرہ نامی
عیسائی راہب سے اور بعد میں ورقہ بن نوفل نامی اشخاص سے آپ ﷺ نے
پچھلی آسمانی کتابوں کے علوم سیکھے تھے۔

قیامت میں رسول ﷺ شفاعت کریں گے یا نہ کریں

القرآن نے کہا کہ رسول ﷺ کو نفع یا نقصان پہنچانے کا کوئی
اختیار نہیں۔

قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْا سِرِّيْ وَلَا اَشْرِكُ بِدِ اَحَدٍ ﴿٢١﴾ قُلْ اِنِّيْ لَا
اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرْمًا وَلَا رَشْدًا ﴿٢٢﴾

(سورۃ الجن - آیت ۲۰-۲۱)

کہہ دو کہ میں تو صرف اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور اس میں شریک نہیں کرتا۔ یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہارے حق میں نفع یا نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔

اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ قرآن کریم نے رسول ﷺ سے کہلوادیا۔

قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ⑤

(سُورَةُ الْأَنْعَامِ - آيَةُ ١٥)

کہہ دو کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔

ان قرآنی اعلانات کے بالکل مخالف مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے یہ عقیدہ عام لوگوں کے دل و دماغ میں پیوست کر دیا کہ جتنا جی چاہے غلط کاریاں کر لو، اللہ سے معافیاں مانگتے رہو، کیوں کہ اللہ کو خوشامد بہت پسند ہے، بلکہ اگر غلط کاریاں نہ کرو گے تو اللہ تمہاری جگہ دوسری بد اعمال قوم کو لے آئے گا تاکہ وہ یہ کام کریں، پھر معافیاں مانگیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر القرآن نے پچھلی قوموں کی تباہیوں اور بربادیوں کی داستانیں کیوں بیان کی ہیں! ساتھ ہی ہماری مذہبی پیشوائیت نے یہ عقیدہ لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دیا کہ رسول ﷺ قیامت کے روز ساری امت کے شفیع بن کر ان کو جنت میں لے جائیں گے۔ حالانکہ القرآن میں رسول ﷺ کے شفیع ہونے کا تو کوئی ذکر نہیں البتہ بروز قیامت ان کی شکایت کی بات تو صاف الفاظ میں کی گئی ہے۔

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ
مَهْجُورًا ①

(سورۃ الفرقان - آیت ۳۰)

اور رسول (ﷺ) کہیں گے کہ اے میرے رب! بلاشبہ میری قوم نے اس
قرآن کو ”مہجور“ بنا رکھا تھا۔

عقل و فکر کی دعوت

القرآن نے رسول (ﷺ) سے اللہ کی ربّانی کہلوادیا کہ

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي
وَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ②

(سورۃ یوسف - آیت ۱۰۸)

کہہ دو کہ میرا یہی طریق ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کی طرف وکیل کی بنیاد
پر بلاتا ہوں، میرا بھی اور میری اتباع کرنے والوں کا بھی یہی طریقہ
ہے، اور یہ کہ اللہ شرک سے پاک ہے اور میں ہرگز مشرکین میں سے
نہیں ہوں۔

دوسری جگہ اعلان کروایا گیا کہ:

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَشْئِي و فُرَادَى
ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بَصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ
يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ③

(سورۃ سبأ - آیت ۴۶)

کہہ دو کہ میں تم کو صرف ایک بات سمجھاتا ہوں، وہ یہ کہ تم اللہ کے لئے
دو دو، ایک ایک کر کے کھڑے ہو جاؤ پھر سوچو، تمہارا ساتھی مجنوں نہیں،
وہ تو صرف تمہیں آنے والے سخت عذاب سے آگاہ کرتا ہے۔

مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے سوچنے اور غور و فکر کرنے کو حرام قرار
دے دیا۔ کوئی زیادہ اصرار کرے تو اس کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا جاتا ہے کہ جو
کچھ سوچا اور سمجھا جانا تھا وہ ہمارے اسلاف سوچ چکے، سمجھ چکے!! اب چاہے
حالات کتنے ہی تبدیل کیوں نہ ہو جائیں مزید کچھ غور و فکر کرنے کی اجازت
نہیں۔ حالانکہ ان پیشواؤں مذہب کے پاس اس امر کا بھی کوئی حتمی ثبوت نہیں کہ
وہ جن بزرگوں کا حوالہ دیتے ہیں، ان کی تحریر کردہ کوئی شے ان کے پاس ہے
بھی یا نہیں، یا بعد کے لوگوں نے اپنی طرف سے وہ باتیں لکھ کر پچھلے لوگوں سے
منسوب کر دی ہیں۔

بہنِ وحی کی گہائی

القرآن نے بتایا کہ نژد دلِ وحی کے سلسلے میں اللہ نے جو نشانیاں رسول
ﷺ کو دکھائیں ان کو نہ تو ان کے دل نے جھوٹ جانا اور نہ ہی ان کی نگاہ نے
دوسری جانب توجہ کی، نہ ہی حد سے آگے بڑھی۔

فَادْعَىٰ إِلَىٰ عَبْدِكَ مَا أَوْحَىٰ ۖ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۖ ﴿۱۱﴾

(سورۃ النجم - آیت ۱۰-۱۱)

پھر ہم نے اپنے عبد پر وحی کی جو کچھ وحی کرنا تھی۔ اس کے دل نے اس کو
جھوٹ نہ جانا جو اس نے دیکھا۔

فَارْزُقِ الْبَصْرَ وَمَا طَغَى ۝ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ۝

(سورۃ النجم۔ آیت ۱۷-۱۸)

اُس کی نگاہ نہ تو تہی اور نہ خد سے بڑھی۔ بے شک اُس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

مذہبی پیشواؤں نے افسانہ تراشا کہ وحی ملنے کے بعد آپ ﷺ سینے میں تر، خوف کے عالم میں گھر لوٹے اور آپ ﷺ کو تسلی اُس وقت ہوئی جب ورقہ بن نوفل نامی ایک عیسائی راہب نے آپ ﷺ کو مقام نبوت پر سرفراز ہونے کی مبارکباد دی۔ قابل غور امر یہ ہے کہ وہ عیسائی راہب پھر بھی مسلم نہ بنا! یا للعجب!!

قرآن مکمل مضابطہ حیات نہیں!!

القرآن کے ذریعہ اللہ نے رسول اکرم ﷺ کو تخم دیا کہ

وَإِنْ أَحْكُمُ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَسْمِعْ أَهُوَاءَهُمْ ۝

(سورۃ المائدہ۔ آیت ۴۹)

تمہیں تاکید کی جاتی ہے کہ ان لوگوں کے درمیان کی نازل کردہ (کتاب) کے مطابق فیصلے کیا کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔

مسلم قوم کی مذہبی پیشوا بیت نے کہا کہ ہر معاملے میں القرآن رہنمائی نہیں کرتا چنانچہ ہم روایات اور فقہوں کے مطابق فیصلے کریں گے۔ جب کہ القرآن خود اپنے بارے میں دعویٰ کرتا ہے کہ یہ کتاب

رَبِّبْنَا لَكَ شَيْءًا

(سورۃ النحل - آیت ۸۹)

ہر شے کی وضاحت کرتی ہے۔

مِنْ كُنْ مَثَلٍ

(سورۃ الزمر - آیت ۲۷، سورۃ الرُّوم - آیت ۵۸)

ہر طرح کی مثال دیتی ہے

اَوْحَىٰ يَكْفِيهِمْ اَنَّا نَزَّلْنَا عَيْنًا نَكْتَبُ

(سورۃ العنكبوت - آیت ۵۱)

کیا ان کے لئے کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کر دی ہے۔

غلام اور لوتیوں

قرآن کریم نے رسول ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ بتایا کہ:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اَصْرَهُمْ وَالْاَثْمَلِ الَّذِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ

(سورۃ الاعراف - آیت ۱۵۷)

وہ (نسلِ انسانی کے) بوجھ اور گزندوں کے طوق کو اتار پھینکیں گے، جس

میں لوگ دبے ہوئے تھے۔

مذہبی پیشوائیت نے اس واضح مقصدِ دین کے بالکل برخلاف غلاموں

اور لوتیوں کا خود ساختہ جواز بنالیا۔

المزمل

القرآن نے رسول ﷺ کو 'المزمل' کہہ کر پکارا ہے۔ اس لفظ کے ایک

معنی تو کپڑوں میں لپیٹ جانے والے یا ذمہ داریوں سے تغافل اور کوتاہی برتنے والے کے ہیں، اور اسی لفظ کے دوسرے معنی ہیں 'بہترین اور متوازن رفیق سفر بنانے والے' کے ہیں جو آسانیوں اور مشکلات میں ہمیشہ بہترین ساتھی ثابت ہوں۔ مسلم قوم کے مذہبی پیشوایان نے 'المزمل' کے معنی 'کمبل اوڑھنے والے' کے کر دیئے اور بلند ترین تصور کو چھوڑ دیا جس کے مطابق 'المزمل' کسی کاروان کا وہ قائد ہوتا ہے جو منزل تک پہنچنے کے لئے بہترین رُفقائے سفر کا انتخاب کرے۔

الْمَدْرُ

القرآن نے رسول اکرم ﷺ کو 'المدثر' بھی کہہ کر پکارا ہے، جس کے ایک معنی تو کپڑا اوڑھنے والے کے ہیں اور دوسرے معنی معاملات کو سنوارنے والے کے ہیں، یا ایسی ہستی جو خزاں ویدہ چمن میں بہار لانے کا موجب بن جائے۔ مسلم قوم کے مذہبی پیشوآؤں نے 'المدثر' کے معنی کپڑا اوڑھنے والے کے کر دیئے اور بلند تصور کو چھوڑ دیا جس کے مطابق رسول اکرم ﷺ ایک ایسے رہبر اور ہادی کی صورت میں نظر آتے ہیں جو دنیا کے انسانیت کو ایک لڑی میں پرو دینے والی ہو جس کے نتیجے میں خزاں رسیدہ چمن انسانیت میں بہار لہلہا اُٹھے۔ بقول علامہ اقبالؒ

نگاہِ بلند، سخنِ دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رُختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

سیرتِ رسول ﷺ

اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ کی بلندیِ کردار کی شہادت قرآن کریم میں ان الفاظ میں دی ہے۔

إِنَّكَ لَعَلَّ خُلِقَ عَظِيمٌ ۝

(سورۃ العلم - آیت ۴)

بلاشبہ آپ (ﷺ) کردار (خلق) کی عظیم ترین بلندی پر ہیں۔

مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے رسولِ اکرم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کے بارے میں ایسے ایسے افسانے تراشے کہ ان افسانوں کی بنیاد پر زچیلار رسول اور 'شیطانی آیات' جیسی بدنام زمانہ کتابیں لکھی گئیں۔ ایسی کتابوں کے لئے مواد کا کام مسلم قوم میں موجود "غیر از قرآن" کتب نے ہی سرانجام دیا۔

مثنوی رسول ﷺ کا افسانہ

القرآن نے کہا کہ:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ
أَفَأَنْتُمْ مَاتَ أَوْ قَتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ
يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنُيَضِّرَنَّ اللَّهُ شَيْئًا ۚ وَسَيَجْزِي اللَّهُ
الشَّاكِرِينَ ۝

(سورۃ آل عمران - آیت ۱۴۴)

اور محمد (ﷺ) سوائے ایک رسول کے اور کیا ہیں؟ ان سے قبل نبوت سے رسول گزر چکے، تو اگر ان کا انتقال ہو جائے یا وہ قتل ہی ہو جائیں تو کیا تم

اُلٹے پھر جاؤ گے؟ جو شخص اپنی پھولی روش پر لوٹ جائے گا وہ اللہ کا کیا نقصان کر سکتا ہے؟ اللہ شاکرین کو جلد ہی جزا دے گا۔

مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے عشقِ رسول ﷺ کا عقیدہ تراش لیا۔ دین کے اس بنیادی مقصد کو جو القرآن نے بتایا تھا، اور جو کہ رسول ﷺ کا مشن تھا، اُس کو پس پشت ڈال کر جنت کے حصول کا ذریعہ صرف اور صرف عشقِ رسول ﷺ بنا لیا۔ اور عشق بھی خون دینے والے 'مجنوں' کا نہیں بلکہ دودھ پینے والے 'نعلی قیس' کا۔ تن آسان، بڑھی ہوئی توند، مضرغ غذا میں کھانے والے، اونچے محل نما مکانوں میں رہنے والے، بزدل، کم ہمت، اُمت کا شیرازہ بکھیرنے والے، اور دعویٰ عشقِ رسول ﷺ کا!!

القرآن نے جنت کے حصول کے بارے میں کہا ہے کہ:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخُوا الْجَنَّةَ وَلَمْ يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا
مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ بَأْسَاءُ وَالضَّرَاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ
وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُمْ صُرْنَا لِلَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ۝

(سورۃ البقرۃ - آیت ۲۱۳)

کیا تم اس گمان میں ہو کہ یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ اب تک تم پر ایسا وقت آیا ہی نہیں جیسا تم سے پہلے لوگوں پر آیا تھا، ان پر ایسی زلزلہ انگیز جنگی اور سختی واقع ہوئی تھی کہ اُس وقت رسول اور ان کے ایمان والے سنا تھے پکار اٹھے تھے کہ اللہ کی مدد کہاں ہے! جان رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔

اختیار

مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے ”القرآن“ اور ”اُسوۂ حسنہ“ کے ساتھ جس جس طرح بددیانتی کی ہے اُن سب کا مکمل احاطہ کرنے کے لئے تو ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے ہم نے محض اجمالی طور پر چند بنیادی پہلوؤں پر ہی نظر ڈالی ہے، کیوں کہ ہمارے پیش نظر صرف اُن اسباب کا جائزہ لینا ہے جن کی وجہ سے مسلم قوم ذلت اور پستی کا شکار ہے۔۔۔۔۔

ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ اگر مسلم قوم نے ”الدین الاسلام“ کی ان دو بنیادوں کو اپنا لائحہ عمل بنائے رکھا ہوتا تو اللہ کے قوانین کے مطابق کوئی وجہ نہ تھی کہ اُن کو دنیا میں دیگر قوموں پر برتری اور سرفرازی نہ ملتی، اور آخرت میں اُن کا مقام بلند نہ ہوتا۔۔۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اس ”الدین الاسلام“ کی خود محافظت کی ہے تاکہ اُس میں خارجی عناصر کی آمیزش نہ ہو پائے۔ اللہ کے احکام مکمل و مفصل طور پر ”القرآن“ میں محفوظ ہیں، اور رسول ﷺ کا اُسوۂ حسنہ بھی اسی القرآن میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ لیکن ہماری مذہبی پیشوائیت اللہ کے احکام کو فقہ کی کتابوں میں اور ”اُسوۂ حسنہ“ کو سوانح حیات کی کتابوں میں تلاش کرتی ہے اور انہی پر اصرار کرتی ہے۔ انہی وجوہ کی بناء پر اُن میں فرقوں پر فرقتے بنتے چلے جاتے ہیں اور ہر فرقہ مذہبی جنون کی شکل اختیار کر کے دُستروں سے دست و گریباں رہتا ہے۔ چنانچہ مسلم قوم کی صورت حال کی مثال یوں دی جاسکتی ہے جس طرح ایٹمی انصاف کے عمل میں



صرف پہلے آیتم کے ٹوٹنے کی ذریعہ ہوتی ہے اس کے بعد اتنی توانائی ایک زنجیر کی صورت میں تیزی سے خارج ہونے لگتی ہے جو بقایا ایٹموں کو خود بخود توڑنا شروع کر دیتی ہے۔ اسی طرح مسلم قوم کے ٹوٹ پھوٹ اور زوال کا عمل بھی جاری ہے..... القرآن نے اس کو یوں بیان کیا ہے.....

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخَطَفَهُ
الظُّيُورُ أَوْ تَهْوَىٰ بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيبٍ ۝

(سورۃ الحج۔ آیت ۳۱)

تو جو اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے، اُس کی مثال یوں ہے کہ جیسے وہ آسمان سے گر پڑا، پھر پرندوں نے اُس کی بوئیاں فوج لیں، یا اُس کو ہوانے دُور دراز مقام پر جا پھینکا۔

اس طرح جب القرآن کو ”مہجور“ بنا دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ کی خود تصوّر آتی تفکیل کر لی گئی، وہ بھی اس انداز میں کہ ہر فرقے اور ہر گروہ کا رسول ﷺ) الگ الگ دکھائی دیتا ہے، تو ذلت و خواری، ہستی اور مخلوق کے باقی ماندہ اسباب تو از خود مہیا ہوتے چلے گئے۔ ملت کی تقسیم در تقسیم ہوتی چلی گئی اور ہنوز ہوتی چلی جا رہی ہے۔ فرقوں پر فرقے، سیاسی فرقے، مذہبی فرقے، فقہوں کا جھوم، اہل طریقت کے دیو مالائی فلسفے، تہلیل آباء کی دھمن، ہر گروہ اپنے حال میں مست تیزی سے نیچے ہی نیچے لڑھکتا چلا جا رہا ہے۔ ہر آستانے سے، ہر بارگاہ سے، ہر عبادت خانے سے ایک ہی صدا سنائی دیتی ہے۔

بَلْ نَسَبِعُ مَا الْقَيْنَا عَلَيْهِ أَبَاءَنَا، أَوْلَوْ كَانَ الْبَأْوَهُ

لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿٤٠﴾

(سورۃ البقرہ۔ آیت ۱۷۰)

بلکہ ہم تو ایسی پرکار بند رہیں گے جس پر ہمارے بزرگ رہے ہیں،
خواہ ان کے بزرگ عقل سے غاری اور ہدایت سے بے بہرہ ہی کیوں
نہ رہے ہوں۔

اور یہ کہ:

حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَدَلُّوْا كَانْ أَبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿٤١﴾

(سورۃ المائدہ۔ آیت ۱۰۴)

ہمارے لئے وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بزرگوں کو چلتے ہوئے
دیکھا ہے، خواہ ان کے بزرگ نہ تو کسی بات کا علم رکھتے رہے ہوں اور نہ
ہی وہ ہدایت پر رہے ہوں۔

القرآن واضح اور دونوں الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ بزرگوں کی تقلید
کی کوئی سند نہیں:

قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا قُلْ إِنْ اللّٰهُ لَا
يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ اتَّقُوا لَعَلَّ اللّٰهُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٤٢﴾

(سورۃ الأعراف۔ آیت ۲۸)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو ایسی طریقے پر دیکھا ہے
چنانچہ لازماً اللہ نے بھی یہی حکم دیا ہوگا، کہہ دو کہ اللہ ہرگز فحشا کا حکم
نہیں دیتا، کیا یہ لوگ اللہ کی نسبت ایسی باتیں کرتے ہیں جس کا انہیں علم
ہی نہیں ہوا کرتا۔

قرآن کریم نے کبھی تھلید کو مستحسن عمل قرار نہیں دیا، بلکہ وہ اپنی دعوت بصیرت کی بنیاد پر دیتا ہے۔

قُلْ هٰذِهِ سَبِيْلِيْ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنْ وَّصِنَ التَّبَعِيْنَ ۝

(سورۃ یوسف - آیت ۱۰۸)

کہہ دو کہ یہ میرا راستہ ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کی طرف ”علی بصیرۃ“ بلاتا ہوں، میں بھی اور جو میری اتباع کرتے ہیں وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

قرآن کریم کا واضح اعلان ہے کہ:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝

(سورۃ نبی اسرائیل - آیت ۳۶)

بلاشبہ سماعت، بصارت اور محسوسات ہر چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

چنانچہ القرآن کا مطالبہ ہے کہ علم و عقل کے ان ذرائع کو استعمال میں لاتے ہوئے اللہ کے عطا کردہ ضابطہ حیات پر غور و فکر کیا جائے:

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝

(سورۃ النحل - آیت ۴۴)

اور ہم نے اس ”ذکر“ کو تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو واضح طور پر بتا دو کہ ان کے لئے کیا کچھ نازل ہوا ہے اور تاکہ وہ لوگ اس پر غور و فکر کر سکیں۔



دوسرے مقام پر ارشادِ الہی ہے کہ:

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝

(سورۃ محمد - آیت ۲۳)

تو کیا یہ لوگ القرآن میں تدبیر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔

القرآن اپنے نامنے والوں کی ایک ایسی علامت بیان کرتا ہے جس کی مثال دنیا کی اور کوئی کتاب، مذہب یا نظریہ نہیں پیش کر سکتا:

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا

وَعُمِّيَانًا ۝

(سورۃ الفرقان - آیت ۷۳)

اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کے سامنے ان کے رب کی آیات پیش کی جاتی ہیں تو وہ ان پر بھی اندھے اور بہرے بن کر گر نہیں پڑتے۔

تمام دلائل و براہین بیان کرنے کے بعد القرآن اعلان کرتا ہے کہ:

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ

لَرِسَالَةً ذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

(سورۃ العنکبوت - آیت ۵۱)

کیا ان لوگوں کے لئے کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے، بلاشبہ اس میں اُس قوم کے لئے رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان والی ہے۔



اگر آج بھی مسلم قوم حضرت عمرؓ کا وہ جذبہٴ ایمانی لے کر اٹھ کھڑی ہو جس کے تحت انہوں نے فرمایا تھا کہ حسنا کتب اللہ (ہمارے لئے اللہ کی کتاب ہی کافی ہے) تو کوئی سبب نہیں کہ ان کو حیاتِ ارضی میں بھی کامیابیاں اور کامزائیاں ملیں اور آنے والی زندگی میں بھی وہ فوز و فلاح پائیں۔ کیونکہ القرآن کا وعدہ ہے کہ یہ مکمل خیر ہے اور اس پر ایمان لانے والوں کی دنیا اور آخرت حسین ہو جاتی ہے.....

لَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَآلُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ

(سورۃ النحل - آیت ۳۰)

جو لوگ حسن کارانہ اعمال سرانجام دیتے ہیں ان کی موجودہ دنیا بھی حسین ہو جاتی ہے اور آخرت بھی بہترین ہو جاتی ہے۔

